ماہنامہ نعت لاہور
نعتیہ رباعیات

جلد ۵ جنوری ۱۹۹۲ء شمارہ ۱

نعتیہ رباعیات

ایڈیٹر: راجا رشید محمود

ڈپٹی ایڈیٹر: شہناز کوثر

مشیرِ خصوصی: چوہدری رفیق احمد باجواہ ایڈووکیٹ

مینجر: اظہر محمود

قیمت ۱۵ روپے (فی شمارہ) ۱۶۰ روپے (زرِ سالانہ)

خطاط: منظر رقم

پرنٹر: حاجی محمد نعیم کھوکھر۔ جمیم پرنٹرز۔ لاہور

پبلشر: راجا رشید محمود

بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید۔ بک بائنڈنگ ہاؤس، ۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور

اظہر منزل۔ مسجد سٹریٹ نمبر ۵۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ

لاہور (پاکستان) پوسٹ کوڈ ۵۴۵۰۰ فون ۶۳۰۶۸۴

مدّاح اور ممدوح،

ایک ذرّہ، — ایک وہ کہ آفتاب بھی ان کا اشارہ مانے

ایک عاصی، — ایک وہ کہ ہر عاصی ان کی نگاہِ شفاعت کو دیکھتا ہے

ایک عبد، — ایک وہ کہ انھیں عَبْدُہٗ کہا گیا، محبوب کیا گیا

ایک ایسا عبد، کہ اپنی جان پر ظلم کرتا رہتا ہو — ایک وہ آقا جو اپنے عبد کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونے دیں

ایک مدّاح کہ اس کا سب سے بڑا افتخار یہی ہے — ایک وہ ممدوح کہ اُنھیں میری مدح کی احتیاج نہیں

مدّاح اور ممدوح —

میرا اور ان کا ایک تعلق ہے جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا

مگر یہ تعلق تو اُن کا اپنے خالق و مالک سے بھی ہے!

اللہ تعالیٰ مدّاح اور وہ ممدوح — لیکن اس تعلق میں اُنھیں مدح کی احتیاج ہے؟ اللہ اس احتیاج سے پاک ہے

میں مدّاح اور وہ ممدوح — لیکن وہ اس حاجت سے پاک ہیں، میری یہ ضرورت ہے

میں ایک ذرّۂ ناچیز اس صفت سے حیثیت پا لیتا ہوں

میں ایک عبدِ ہیچ میرز، اس سے اشرف المخلوقات بنتا ہوں

میں پرلے درجے کا ایک گناہگار، اِس طرح اپنی بخشش کا سامان کرتا ہوں

یہ میرے لیے خدائے قہّار کے غضب سے بچنے کے لیے مناسب اوٹ ہے

یہ میرے لیے خدائے رحیم و کریم کی رحمتوں کا مُژدہ ہے

میرا اور اِس صفت کا ساتھ کبھی نہ چھوٹے گا،

کبھی نہیں،

قیامت کے ہنگامے میں بھی نہیں!

فہرست

مضامین

نعتیہ رباعیات

ہے رحمتِ عالمؐ پہ زمانے کو ناز
انسانیت کو بھی ملا ہے اعزاز
کچھ حائلِ قربِ عبد و معبود نہیں
ہم پر شبِ معراج نے کھولا یہ راز

....

حافظ محمد افضل فقیر

ہر شے تہِ دامانِ رسولِؐ عربی
یہ قول ہے شایانِ رسولِؐ عربی
اللہ کو اللہ سمجھنے والے
سو جاں سے ہیں قربانِ رسولِؐ عربی

....

عیشؔ فیروزپوری

رباعی یا دوبیتی

علی حیدر نظم طباطبائی

رباعی اور دوبیت اصل میں فارسی والوں کا نکالا ہوا ایک وزن ہے جس کے ارکان مَفعُولُ مَفاعِلُن مَفاعِیلُ فَعُولْ ہیں۔ اس وزن میں دو جگہ تین متحرک جمع ہیں۔ اس قاعدۂ کلیہ کے بموجب جو فارسی والے ہر بحر میں جاری کر لیتے ہیں یہاں بھی شاعر کو اختیار ہے کہ تین متحرکوں میں سے دوسرے متحرک کو ساکن کر لے، تو اس میں سے چار وزن نکل سکتے ہیں۔

۱۔ مَفعُولُ مَفاعِلُن مَفاعِیلُ فَعُولْ۔ یعنی اصل وزن یہ ہے۔

۲۔ مَفعُولُن فَاعِلُن مَفاعِیلُ فَعُول یعنی پہلے مقام پر تسکینِ حرفِ دوم کا عمل کیا اسے تخنیق کہتے ہیں اور مفعولم کو مفعولن کر دیا۔

۳۔ مَفعُولُ مفاعلن مفاعیلن فاع۔ دوسرے مقام پر تخنیق کی اور مفاعیلف کو مَفاعِیلُن کر لیا۔

۴۔ مَفعُولُن فَاعِلُن مَفاعِیلُن فاع یعنی دونوں جگہ عمل تخنیق کیا ہے۔

دوسرا کلیہ جو کہ ہر بحر اور ہر وزن میں عام ہے یعنی اگر آخر مصرع میں دو ساکن جمع ہوں تو اس میں سے ایک ساکن کو گرا سکتے ہیں۔

یہ چار وزن رباعی کے جو اوپر بیان ہوئے سب کے آخر میں دو دو ساکن پڑتے ہیں۔ ان چاروں میں سے ایک ایک ساکن کو نکال لیے تو چار وزن

اور پیدا ہوں گے۔

۱۔ مَفعُولُ مَفَاعِلُن مَفَاعِیلُ فَعَل

۲۔ مَفعُولُن فَاعِلُن مَفَاعِیلُ فَعَل

۳۔ مَفعُولُ مَفَاعِلُن مَفَاعِیلُن فَع

۴۔ مَفعُولُن فَاعِلُن مَفَاعِیلُن فَع

یہ آٹھ وزن رباعی کے اصلی وزن ہیں۔ لیکن مَفعُولُ مَفَاعِیلُ مَفَاعِیلُ فَعُولُ۔ ایک ہزج کا وزن ہے کہ وہ مَفعُولُ مَفَاعِلُن مَفَاعِیلُ فَعُول سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ یعنی دوسرے رکن میں ایک جگہ عِلُن ہے۔ اور دوسری جگہ عِیلُ ہے اسی مشابہت کے سبب سے شعرا نے ان دونوں میں کچھ امتیاز نہیں کیا دونوں کو ایک ہی سمجھا۔ اور اس سبب سے کہ اس میں تین جگہ تین متحرک جمع ہیں۔ اس وزن الحاقی سے انہیں دونوں قاعدوں کے بموجب ۱۶ وزن اور نکلے جس کی ترتیب یہ ہے۔

۹۔ مَفعُولُ مَفَاعِیلُ مَفَاعِیلُ فَعُول۔ یعنی الحاقی وزن یہ ہے۔

۱۰۔ مَفعُولُ مَفَاعِیلُ مَفَاعِیلُ فَعَل یعنی ایک ساکن آخر سے کم کر دیا۔

۱۱۔ مَفعُولُن مَفعُولُ مَفَاعِیلُ فَعُولُ۔ پہلے مقام پر جہاں تین متحرک جمع ہو گئے تھے۔ متحرک دوم کو ساکن کیا یعنی مَفعُولُ مَفَاعِیلُ کو مَفعُولم فاعیل بنایا اور مفعولم کی جگہ مَفعُولُن کہتے ہیں۔ اور فَاعِیلُ کے بدلے مَفعُول کو لاتے ہیں۔

۱۲۔ مَفعُولُن مَفعُولُ مَفَاعِیلُ فَعَل یعنی آخر سے ایک ساکن گرا دیا۔

۱۳۔ مَفعُولُ مَفَاعِیلُن مَفعُولُ فَعُولُ یعنی دوسری جگہ بھی دوسرے متحرک

پر وہی عمل کیا یعنی مَفَاعِیلُ مَفَاعِیلُ کو مَفَاعِیلُم فَاعِیلُ کیا۔ اور اس کے عوض میں مَفَاعِیلُن مَفعُولُ کہتے ہیں۔

۱۴۔ مَفعُولُ مَفَاعِیلُن مَفعُولُ فَعَل۔ آخر کا ساکن نکال ڈالا گیا۔

۱۵۔ مَفعُولُ مَفَاعِیلُ مَفَاعِیلُن فَاع یعنی تیسری جگہ جہاں تین متحرک جمع تھے اس میں وہی عمل کیا۔ اور مفاعیل فعول کو مفاعیلف عُول کیا اور اس کے بدلے میں مَفَاعِیلُن فَاع کہتے ہیں۔

۱۶۔ مَفعُولُ مَفَاعِیلُ مَفَاعِیلُن فَع آخر سے ایک ساکن گرا دیا گیا۔

۱۷۔ مَفعُولُ مَفَاعِیلُن مَفعُولُن فَاع۔ آخر کے دو مقاموں پر تخنیق کر دی گئی۔

۱۸۔ مَفعُولُ مَفَاعِیلُن مَفعُولُن فَع ایک ساکن دور کر دیا گیا۔

۱۹۔ مَفعُولُن مَفعُولُ مَفَاعِیلُن فَاع پہلے اور آخر کے مقام پر تخنیق کی گئی۔

۲۰۔ مَفعُولُن مَفعُولُ مَفَاعِیلُن فَع ایک ساکن گرا دیا گیا۔

۲۱۔ مَفعُولُن مَفعُولُن مَفعُولُ فَعُول۔ پہلے دونوں مقاموں پر تخنیق کی گئی۔

۲۲۔ مَفعُولُن مَفعُولُن مَفعُولُ فَعَل۔ آخر سے ایک ساکن گرا دیا گیا۔

۲۳۔ مَفعُولُن مَفعُولُن مَفعُولُن فَاع۔ تینوں مقاموں میں تخنیق کی گئی

۲۴۔ مَفعُولُن مَفعُولُن مَفعُولُن فَع۔ ایک ساکن گرا دیا گیا۔

عروضیوں نے یہ بیکار ۲۴ وزن گنوائے ہیں، اور ایک شجرہ مفعول کا اور ایک مفعولن کا فضول بنایا مگر کسی بزرگ نے یہ نہ بتایا کہ ان اوزان کی حقیقت کیا ہے یہ نہ سمجھے کہ ایک وزن اصلی اور ایک وزن الحاقی ہے۔ اور اسی سے یہ ۲۴ وزن تخنیق اور ساکن دوم کے گرانے سے نکل آتے ہیں۔

اردو والے اگر تخنیق کو استعمال کرتے ہیں تو صرف رباعی میں یا پھر
سابق کے دونوں وزنوں میں۔ اصلی وزن جو رباعی کا ہے اس میں آخر کا
ایک رکن کم کر کے لکھتے ہیں اور اسی وزن کو عرب مجرّد دوبیت کہتے ہیں
مثلاً ؎

خالق نے دیئے تھے چار فرزند   دانا عاقل ذکی خرد مند
مفعولُ مَفاعِلُن مَفاعِیل   مَفعُولُن فاعِلُن مَفاعِیل

یہ اوزان جو بیان ہوئے ہیں ان میں کے کئی وزن چھندس[1] سے ماخوذ
ہیں۔ مثلاً متدارک کا یہ وزن۔ فَاعِلُن فَاعِلُن فَاعِلُن فَعْ ۔ عربی
و فارسی میں بہت کم کہا جاتا ہے۔ اور اردو میں بہت کثرت سے کہتے ہیں یا
مثلاً یہ غلط و مستعذب اوزان۔

فَاعِ فَعُولُن فَاعِ فَعُولُن

اسی کے مثل   فَاعِ فَعُولُن فَاعِ فَعُول

یا   فَعْلُن فَعُولُن فَعْلُن فَعُولُن

عربی کے اصول سے صحیح نہیں معلوم ہوتے مگر میرؔ نے خصوصاً چوتھے دیوان
میں انہیں اوزان میں بہت غزلیں کہی ہیں۔

عروض کے جو اوزان چھندس سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اردو میں
وہی زیادہ مستعذب ہیں اور ہونا بھی چاہیئے۔

میں نے ان چند سطروں میں پورا عروض اور ضروری و مشہور اوزان
و بحور سب بیان کر دیئے اور مغز سخن نکال کر طلبہ کے سامنے رکھ دیا ہے

---

[1] یعنی ہندیوں کا عروض

کیا بحرِ کرم حضورؐ کا سینہ ہے
دل رافت و مرحمت کا گنجینہ ہے
انوارِ خدا دیکھ لو اس کے اندر
قامت نہیں، قدِ آدم آئینہ ہے

....

حامد حسن قادری

عصیاں سے مرا دستِ عمل کوتہ ہے
ہاں چشم شفیع کی طرف گہ گہ ہے
ذاکر کو ہے "لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ" کا شغل
یا وردِ "محمدٌ رّسُولُ اللہ" ہے

کرامت علی خاں شہیدیؔ
(شہیدِ مدینہ)

رباعی کے اوزان

پروفیسر گیان چند جین

رباعی کے اوزان بحرِ ہزج سے تعلق رکھتے ہیں۔ کہنے کو تو یہ ۲۴ اوزان ہیں لیکن دراصل دو وزن ہی ہیں جن میں تسکینِ اوسط کے عمل سے یا آخری رکن میں ایک مزید ساکن حرف کے اضافے سے دوسرے ۲۴ اوزان بنا لیے گئے ہیں۔ دو بنیادی وزن یہ ہیں۔

مفعول مفاعلن مفاعیل فعَل — معلوم نہیں خِضَر وہاں ہو کہ نہ ہو
مفعول مفاعیل مفاعیل فعَل — معلوم نہیں خِضُر وہاں ہو کہ نہ ہو خودساختہ

ان دونوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ پہلے وزن میں دوسرے رکن کا پانچواں حرف متحرک ہے، دوسرے رکن میں اسے ساکن کر لیا گیا ہے۔ ایک میں خِضَر کا ض متحرک ہے دوسرے میں ساکن۔ مندرجہ بالا دو اوزان کے آخر میں ایک ساکن بڑھاتے سے فعَل کی جگہ فعول ہو جائے گا اور اس طرح دو کے بجائے چار اوزان مل جائیں گے۔ ان میں پانچ بار تسکینِ اوسط کا زِحاف لگایا جا سکتا ہے یعنی پہلے وزن میں دوسرے اور چوتھے رکن کے حرفِ اوّل میں اور دوسرے وزن میں دوسرے، تیسرے اور چوتھے رکن کے حرفِ اوّل میں۔ چار اوزان میں پانچ ر تسکینِ اوسط سے ۴ ۵ یعنی ۲۰ مزید اوزان ملتے ہیں یعنی کل ۲۴ اوزان ہو گئے۔

جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں مصرع میں عروضی ارکان کے بیچ آخری حرف کو اگلے رکن کے ساتھ ملانے سے خواہ مخواہ کا انسلاک ہوتا ہے۔ اگر اس انسلاک کے پردے کو دور کر دیا جائے تو اصلی حقیقت یعنی وزن کی قرار واقعی صورت برآمد ہوتی ہے۔ حبیب اللہ خاں غضنفر نے اپنی کتاب اردو کا عروض (ص ۶۵) میں آخری دو ارکان کا انسلاک دور کر کے

رباعی کے وزن کے آخری دو ارکان کو فعولن فِعلن، فعولن فعْلن، فعْلن فِعلن، فعْلن فعُلن وغیرہ لکھا ہے، لیکن یہ کافی نہیں۔ رباعی کے اوزان دراصل سیدھے سادے ۲۰ حرفی ہندی اوزان ہیں جو فعْلن، فِعلن، فعَل فعولن اور فعْل فعولن کی ترکیبوں سے بنے ہیں۔ میں نے اپنے ایک مضمون 'اوزانِ رباعی میں اضافے' (رسالہ تحریر دہلی، جلد ۱، شمارہ ۴، ۳/۴ ۔ ۱۹۶۷ء) میں اس کا انکشاف کیا تھا۔ یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ابوظفر عبدالواحد اپنے طور پر اسی نتیجے پر پہنچے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"قدیم وضع کے فن داں چونکتے ہوں گے کہ یہ بدعت کیسی؟ کہیں متدارک و متقارب چھندوں میں ایسا ہو سکتا ہے، اس لیے کہ رباعی کا وزن تو مختص ہے بحرِ ہزج سے۔" [1]

اس کے بعد انھوں نے رباعی کے ارکان کو فعْلن فِعلن فعول فعْلن فِعلن لکھ کر فیصلہ کیا ہے کہ یہ ۲۰ حرفی وزن ہے (ص ۴۹)۔ کتاب میں آگے پھر لکھتے ہیں کہ یہ متقارب کا زحافی وزن ہے۔" ایک فرق اور بھی، وہ یہ کہ روایتی وزن کے برخلاف (جو چار اجزائی رہتا ہے) یہ وزن ... پانچ اجزائی ہے" (ص ۲۸۴)

ذیل میں رباعی کے ۲۴ کے ۲۴ اوزان کو پوست کندہ کر کے ان کی حقیقت منکشف کی جاتی ہے جو ذیل کے جدول میں دوسرے کالم میں دی ہے۔

۱	مفعول مفاعلن مفاعیل فعول	فعْلن فِعلن فعَل فعولن فِعلان
۲	مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع	فعْلن فِعلن فعَل فعولن فعْلان
۳	مفعول مفاعلن مفاعیل فعَل	فعْلن فِعلن فعَل فعولن فِعلن
۴	مفعول مفاعلن مفاعیلن فع	فعْلن فِعلن فعَل فعولن فعْلن

۵	مفعول مفاعیل فعول	فعْلن فِعلن فعُل فعولن فِعلان
۶	مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع	فعْلن فِعلن فعُل فعولن فعْلان

ے ابوظفر عبدالواحد: آہنگِ شعر (آندھرا پردیش اردو اکیڈیمی، حیدرآباد، ۱۹۷۸ء) ص ۴۸

۷	مفعول مفاعیل مفاعیل فعَل	فعْلن فِعلن فعُل فعولن فِعلن
۸	مفعول مفاعیل مفاعیلن فع	فعْلن فِعلن فعُل فعولن فعْلن

۹	مفعول مفاعیلن مفعول فعول	فعْلن فِعلن فعْلن فعْلن فِعلان
۱۰	مفعول مفاعیلن مفعولن فاع	فعْلن فِعلن فعْلن فعْلن فعْلان
۱۱	مفعول مفاعیلن مفعول فعَل	فعْلن فِعلن فعْلن فعْلن فِعلن
۱۲	مفعول مفاعیلن مفعولن فع	فعْلن فِعلن فعْلن فعْلن فعْلن

۱۳	مفعولن فاعلن مفاعیل فعول	فعْلن فعْلن فعَل فعولن فِعلان
۱۴	مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع	فعْلن فعْلن فعَل فعولن فعْلان
۱۵	مفعولن فاعلن مفاعیل فعَل	فعْلن فعْلن فعَل فعولن فِعلن
۱۶	مفعولن فاعلن مفاعیلن فع	فعْلن فعْلن فعَل فعولن فعْلن

۱۷	مفعولن مفعول مفاعیل فعول	فعْلن فعْلن فعُل فعولن فِعلان
۱۸	مفعولن مفعول مفاعیلن فاع	فعْلن فعْلن فعُل فعولن فعْلان
۱۹	مفعولن مفعول مفاعیل فعَل	فعْلن فعْلن فعُل فعولن فِعلن
۲۰	مفعولن مفعول مفاعیلن فع	فعْلن فعْلن فعُل فعولن فعْلن

۲۱	مفعولن مفعولن مفعول فعول	فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن فِعلان
۲۲	مفعولن مفعولن مفعولن فاع	فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن فعْلان
۲۳	مفعولن مفعولن مفعول فعَل	فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن فِعلن
۲۴	مفعولن مفعولن مفعولن فع	فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن

ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہندی بحر میں متعدد متبادل مساوی اوزان ممکن ہیں۔ رباعی کا

وزن ۲۰ حرفی ہندی بحر کے سوا کچھ نہیں۔ اس میں بھی ۲۴ اوزان کے علاوہ دوسرے متبادلات ممکن ہیں۔

میں نے پیچھے ۹۹ سولہ حرفی اوزان شمار کرائے تھے۔ ان میں سے ہر ایک میں چار حرفی رکن بڑھا کر رباعی کے اوزان کے برابر کا وزن حاصل ہو سکتا ہے لیکن رباعی عروضی اعتبار سے ایک ذکی الحس خصوصی ہیئت ہے۔ میں اسے مسخ نہیں کرنا چاہتا، اس لیے قدم پھونک پھونک کر اس کے متبادل تجویز کروں گا۔ رباعی کے ۲۴ کے ۲۴ اوزان فعْلن سے شروع ہوتے ہیں (مفعول اور مفعولن دونوں میں فعْلن پوشیدہ ہے)، اس لیے میں مزید ارکان کو فعِلن یا فعْل یا فعَل سے شروع نہ کر کے فعْلن سے شروع کروں گا حالانکہ اس سے ناصر شہزاد کی مندرجہ بالا غزل کا وزن ۳۱ قربان کرنا پڑے گا۔ مزید وزن بنانے کے دو گُر ہوں گے۔

الف۔ ۱۶ یا ۱۷ حرفی اوزان کی ابتدا میں فعْلن بڑھا دیجیے۔

یا

ب جو ۱۶ حرفی اوزان فعْلن سے شروع ہوتے ہیں ان کے آخر میں فعْلن، فعِلن، فعْلان یا فعِلان میں سے کسی ایک کو بڑھا دیجیے۔

اس طرح سے حاصل شدہ تمام اوزان رباعی کے اوزان کا پورا ساتھ نہیں دے سکتے اس لیے مزید احتیاط کی خاطر دو تحدیدیں روا رکھیے یعنی یہ عمل صرف انہیں ۱۶، ۱۷ اوزان پر کیجیے۔

الف جو اسے قبول کر سکیں یعنی ایک رکن کے اضافے کے بعد ان میں داخلی آہنگ اور روانی برقرار رہے۔

ب جو طبعِ موزوں کو رباعی کے مروجہ ۲۴ اوزان کے ساتھ ہم آہنگ اور ہم وزن معلوم ہوں۔ اپنی حسِ موزونیت کے مطابق میں ان کی فہرست تیار کر سکتا تھا لیکن طول کے خیال سے قطع کرتا ہوں۔

اس سے پہلے میں نے اپنے مضمون اوزانِ رباعی میں اضافے (تحریر دہلی شمارہ ۴۔ ۳، ۱۹۶۷ء) میں ایسی فہرست دی تھی۔ اب اسے منسوخ سمجھا جائے۔ ۲۰ حرفی اوزان ہندی کے ترٹی اور سبھر ماولی چھند سے مماثل ہیں۔

تو آیا نظر، جلوۂ رب دیکھ لیا
جو کچھ مجھے دیکھنا تھا، سب دیکھ لیا
بن کر ہمہ عین اپنی آنکھوں سے آج
میں نے تجھے یا شاہِ عربؐ دیکھ لیا

....

قتیلؔ حیدر آبادی

احساسِ نمودِ آرزو آپؐ سے ہے
ادراکِ وجودِ جستجو آپؐ سے ہے
عامی کے لئے نماز ہے عام سی بات
عارف کے لئے یہ گفتگو آپؐ سے ہے

بشیر رزمی

رباعی کے فنّی لوازم اور خصوصیات

ڈاکٹر فرمان فتحپوری

رباعی کے سلسلے کی دوسری باتوں کا ذکر تو آئندہ سطور میں اپنی اپنی جگہ آئے گا۔ ابتداً اس کے فن کے بارے میں کچھ جاننا ضروری ہے۔ رباعی عربی کا لفظ ہے اور اس کے لغوی معنی چار چار کے ہیں۔ شاعرانہ مصطلحات میں رباعی اس صنفِ سخن کا نام ہے جس میں مخصوص وزن کے چار مصرعوں میں ایک خیال ادا کیا جاتا ہے۔ گویا رباعی اردو کی وہ مختصر ترین صنفِ سخن ہے جس میں مقررہ اوزان، وحدتِ خیال اور تسلسل بیان کی پابندی از بس ضروری ہے۔

غزل کی طرح رباعی بھی مردّف اور غیر مردّف ہو سکتی ہے خواہ صرف قافیہ لائیں یا قافیہ ردیف دونوں۔ چونکہ عربی شاعری میں ردیف کا رواج نہ تھا اس لئے قدیم فارسی دان عربی شعراء نے اکثر غیر مردف رباعیاں کہی ہیں۔ رباعی میں وزن کی تخصیص کے ساتھ ساتھ قوافی کی ترتیب کا بھی مخصوص نظام ہے۔ اردو فارسی کے تمام علمائے فن اس امر پر متفق ہیں کہ رباعی کے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔ لیکن اگر تیسرے مصرعے میں قافیہ لایا جائے تو عیب نہیں بلکہ قدماء کے نزدیک مستحسن ہے۔ فارسی کے قدیم ترین تذکرے۔ لباب الالباب کے مولّف محمد عوفی نے شعرا کا جو انتخاب دیا ہے اس کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ عنصری و فرخی کے عہد تک بیشتر شعرا چاروں مصرعوں میں قافیہ لاتے ہیں۔

رباعی میں تسلسل بیان اور خیال کے تدریجی ارتقا کے خوبصورت اظہار کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ رباعی کے چاروں مصرعے زنجیر کی کڑیوں کی طرح باہم مربوط ہوں۔ الفاظ و تراکیب کا انتخاب، موضوع کی مطابقت سے ایسا برمحل ہو کہ اس سے بہتر کا تصور ہی نہ ہو سکے پہلے مصرعہ میں مناسب الفاظ کے ساتھ خیال کو روشناس کرایا جائے۔ دوسرے اور تیسرے

مصرع میں اس کے خط و خال کچھ اور نمایاں کئے جائیں اور چوتھے مصرع میں مکمل خیال کو ایسی برجستگی اور شدّت کے ساتھ سامنے لایا جائے کہ سننے والا مسحور و متحیر ہو کر رہ جائے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ رباعی کے پہلے تین مصرعے، رباعی کے مجموعی شاعرانہ حسن و اثر کے لئے ایک ایسی لطیف اور سادہ فضا تیار کرتے ہیں جس سے سامع اکثر بے خبر رہتا ہے۔ لیکن یہی سادہ و پرکار فضا جب چوتھے مصرعہ میں ڈرامائی انداز سے سامنے آتی ہے تو بڑی جرأت آزما بن جاتی ہے۔

ہر مصرعہ کے اس مخصوص لب و لہجہ کی وجہ سے علمائے نقد و ادب نے رباعی کے چوتھے مصرعے کو رباعی کے مجموعی کیف و اثر کا خلاصہ قرار دیا ہے۔ فارس کے مشہور غزل گو شاعر صائب نے رباعی کے چوتھے مصرعے کے متعلق یوں اظہارِ خیال کیا ہے ؎

از رباعی بیت آخری زند ناخن بہ دل
خط پشت لب بہ چشم ما ز ابرو خوشتر است

مولانا حامد حسین قادری نے ایک نعتیہ رباعی میں چوتھے مصرعے کی اہمیت کا اظہار عجیب و غریب انداز سے کیا ہے۔

دنیا میں رسول اور بھی لاکھ سہی
زیبا ہے مگر حضور کو تاج شہی
ہے خاتمہ بحسن عناصر ان پر
ہیں مصرعۂ آخر اس رباعی کے وہی

اس کے علاوہ چونکہ رباعی پر قلیل الالفاظ اور کثیر المعانی صنعت کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لئے جب تک موضوع کی مطابقت سے مناسب و موزوں اسلوب بیان ہاتھ نہ آجائے اعلیٰ درجے کی رباعی وجود میں نہیں آتی، اس لئے فنی پابندیوں کے ساتھ ساتھ زبان کی صحت، سلاست، روانی اور بلاغت کو بھی خاص طور پر ملحوظ رکھنا چاہئے۔ ایران کے قدیم ترین عالم فن محمد بن قیس رازی مصنف المعجم فی معاییر الاشعار العجم کا خیال ہے کہ رباعی کو قوافی کی موزونیت، الفاظ کی شیرینی، معانی کی لطافت، تشبیہات و استعارات کی ندرت اور لفظی محاسن سے مالا مال

اور الفاظ کی بے جا تقدیم و تاخیر، تعقید اور ابتذال و فحش گوئی سے بالکل پاک ہونا چاہئے۔ رباعی کے فنی و لسانی پابندیوں کے اس مختصر تذکرہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب تک کوئی شاعر غیر معمولی قدرت بیان کے ساتھ ساتھ رباعی کے مخصوص اوزان و بحور سے ذہنی ہم آہنگی و مناسبت نہ رکھتا ہو، رباعی گوئی کی ذمہ داریوں سے پوری طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

مذکورہ بالا مباحث سے رباعی کی خصوصیات پر روشنی پڑتی ہے جہاں تک رباعی کے موضوعات و مضامین کا تعلق ہے ابتداءً مذہب کے زیر اثر اس میں صرف حمد، نعت اور توحید کا ذکر ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ متصوفانہ خیالات کے ساتھ معارف و حقائق کے مضامین کا بھی دخل ہونے لگا۔ لیکن چونکہ قدیم صوفیائے کرام مصلح اخلاق اور مفکرِ دین بھی ہوا کرتے تھے۔ اس لئے صوفیانہ رنگ میں مواعظت و پند اور حکمت و فلسفہ کو بھی جگہ مل گئی اور اس طرح رباعی کے موضوعات نے ایک بڑے شعبۂ حیات کو محیط کر لیا۔

محبوبِ خدا فخرِ رسولاں آئے
اس شان سے توحید بداماں آئے
مخلوق کی سوئی ہوئی قسمت جاگی
ہمراہ لئے صبح درخشاں آئے

شارق انبالوی

کُھلتا نہیں یہ راز' بصیرت کے بغیر
فیضانِ مشیّت و رسالت کے بغیر
ایمان کی تکمیل ہو' ممکن ہی نہیں
سرکارِ دوعالمؐ کی محبّت کے بغیر

راغبؔ مراد آبادی

ایک چھوٹی لیکن اہم صِنف

شمیم احمد

۲.۲.۱ - اردو کی اصناف سخن میں رُباعی' ایک چھوٹی سی لیکن اہم صنف ہے۔ یہ عام طور پر فلسفیانہ' اخلاقی ، تفکیری اور کبھی کبھی عشقیہ مضامین پر مبنی ہوتی ہے' لیکن اس کا عام رنگ وہ ہوتا ہے جسے انگریزی میں Lyrical کہتے ہیں' یعنی یہ خطابیہ اور اصلاحی انداز سے عموماً گریز کرتی ہے.

۲.۲.۲ ، رباعی کی تعمیر وتشکیل میں سب سے آسان چیز اس کی ہئیت ہے. اس کی صوری ہئیت میں کوئی منفرد' نئی اور انوکھی بات نہیں ہے۔ چار مصرعوں پر مشتمل یہ صنف غزل کے دو شعروں سے مشابہ ہے۔ البتہ اس کی اندرونی ہئیت' جس کا تعلق خاص عروض سے ہے' (اور جس کا ذکر آئندہ اوراق میں آئے گا) اس کی صنفی شناخت کا خاص وسیلہ ہے۔

۳.۲.۲ ـ رباعی کی بحر عام طور پر مُشکل سمجھی جاتی ہے' اس لیے کثیر تعداد میں رباعیاں نہیں کہی گئیں' لیکن اس کے باوجود یہ صنف ہر عہد میں مقبول اور محترم رہی ہے۔ چنانچہ ہر بڑے شاعر نے تھوڑی بہت رباعیاں ضرور کہی ہیں۔ قدما میں جعفر حسن حسرت اور ہمارے زمانے میں امجد حیدرآبادی اور جگت موہن لعل رواں نے بڑی تعداد میں رباعیاں کہیں۔ عہدِ حاضر میں جن لوگوں نے کثرت سے رباعیاں کہی ہیں ؛ ان میں جوش ملیح آبادی' یگانہ چنگیزی' فراق گورکھپوری اور گوہر جلالی کے نام نمایاں ہیں۔ جدید شعرا نے بھی رباعی کی طرف توجہ کی ہے اور مظفر حنفی' کمار پاشی' شمس الرحمٰن فاروقی' مخمور سعیدی' باقر مہدی' سلطان اختر وغیرہ نے رباعیاں کہی ہیں۔

۴.۲.۲. رُباعی' عربی زبان کا لفظ ہے' جس کے معنی ہیں " چار چار " اصطلاحاً اس سے وہ شعری ہئیت مُراد ہے' جو چار مصرعوں پر مبنی ہو' اور فکر وخیال کے لحاظ سے مکمّل ہو. رباعی کے چاروں مصرعوں میں خیال مربوط و مسلسل ہوتا ہے اور آخری مصرعے میں خیال کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس کے پہلے' دوسرے اور چوتھے مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں' اور تیسرا بے قافیہ۔

۳.۲.۴.۱ ۔ تیسرے مصرعے میں بھی قافیے کی مثالیں مل جاتی ہیں ۔ اور یہ کوئی عیب نہیں سمجھا گیا بلکہ بعض لوگوں نے تو اسے مستحسن قرار دیا ہے ۔ مثلاً میرؔ کی یہ رُباعی دیکھیے ؎

ہجراں میں کیا سب نے کنارا آخر　　اسباب گیا جینے کا سارا آخر
نے تاب رہی نہ صبر و یارا آخر　　آخر کو ہوا کام ہمارا آخر

۳.۲.۴.۲ ۔ رباعی کے قافیے مردف بھی ہو سکتے ہیں، اور غیر مردف بھی ۔ مثلاً اوپر مندرج رباعی میں "کنارا" "سارا" "یارا" "ہمارا" قافیے ہیں اور "آخر" ردیف ہے ۔

۳.۲.۵ ۔ رُباعی کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے چونکہ ہم قافیے ہوتے ہیں اس لیے اصطلاحاً وہ "محض مصرعے" یا "مقفیٰ مصرعے" کہلاتے ہیں جبکہ تیسرا مصرع قافیہ نہ ہونے کے سبب "خصی" کہلاتا ہے ۔ ایسی رُباعی جس کے چاروں مصرعے مقفیٰ ہوتے ہیں "غیر خصی" کہلاتی ہے ۔

۳.۲.۶ ۔ رباعی کا ابتدائی نام ترانہ تھا ۔ ایک مطلعے اور ایک شعر یعنی دو ابیات کی وجہ سے اس کا نام دوبیتی بھی رہا ہے ۔ چار مصرعوں کے سبب اسے چہار مصراعی بھی کہا گیا ۔

۳.۲.۶.۱ ۔ ترانہ اور دوبیتی اصلاً اس بحر میں نہیں لکھے جاتے تھے جو اب رباعی کے لیے مخصوص ہے ۔

۳.۲.۷ ۔ رُباعی کی اس ظاہری ہیئت میں ایسی کوئی مخصوص و اہم بات نہیں جو اسے صنف کی حیثیت سے شناخت کرلے ۔ اس کی صنفی شناخت اُن مخصوص اوزان میں مضمر ہے، جن میں سے اگر کسی ایک وزن میں بھی کوئی دو شعر (یا چار مصرعے) نہیں ہیں، تو وہ رباعی نہیں کہلائیں گے ۔ انھیں قطعہ کہا جائے گا ۔

۳.۲.۸ ۔ رباعی کے لیے صرف ایک ہی بحر مختص ہے اور وہ ہے "بحر ہزج"۔ اس بحر میں جو چار مصرعے بہ طور رُباعی کہے جاتے ہیں ان میں سے ہر ایک مصرع چار ارکان پر مشتمل ہوتا ہے ۔ چاروں ارکان میں استعمال ہونے والی ماتراؤں کی تعداد بیس ہوتی ہے ۔ یہاں ماترا سے مراد یہ ہے کہ اگر رُباعی کے کسی بھی مصرعے کی تقطیع کی جائے تو اس میں قابلِ شمار حروف تعداد میں بیس ہوتے ہیں ۔

۳.۲.۹ ۔ رُباعی کے لیے مخصوص اِس بحر سے تسکینِ اوسط کے عمل کے ذریعے ۲۴ اوزان حاصل کیے جاتے ہیں ۔ کوئی بھی رُباعی انھیں ۲۴ اوزان میں سے کسی ایک یا زیادہ سے زیادہ چار وزنوں میں کہی جا سکتی ہے ۔ یعنی کسی ایک رُباعی میں کوئی سے چار اوزان کا استعمال جائز ہے ۔ اس اعتبار سے رباعی کا ہر مصرع اس بحر سے حاصل شدہ کسی بھی وزن میں ہو سکتا ہے

۳.۲.۱۰ ۔ رباعی کے لیے مخصوص یہ ۲۴ اوزان تین خاص اصولوں پر مبنی ہیں ۔ اوّل یہ کہ ان میں صدر و ابتدا یعنی رُکن اوّل اخرم (مفعولن) یا اخرب (مفعول) ہو ۔ ۲۴ میں سے ۱۲ اوزان کا پہلا رُکن مفعولن یعنی اخرم ہوتا ہے اور ۱۲ کا مفعول یعنی اخرب ۔ دوم یہ کہ سبب کے بعد سبب اور وتد کے بعد وتد آئے ۔ سوم یہ کہ چار متحرک حروف ایک جگہ جمع نہ ہوں ۔

۳.۲.۱۰.۱ ۔ جیسا کہ اوپر ۳.۲.۹ کے تحت عرض کیا گیا کہ رباعی کے ۲۴ اوزان بحر ہزج سے تسکینِ اوسط کے ذریعے نکالے جاتے ہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ اس مخصوص بحر کے دو اوزان "مفعول، مفاعیل مفاعیل فَعَل" اور "مفعول، مفاعلن، مفاعیل، فَعَل" وہ بنیادی اوزان ہیں جن پر تسکینِ اوسط کا عمل کر کے مزید دس وزن حاصل ہو جاتے ہیں ۔ اِن دو سمیت کُل اوزان بارہ ہو جاتے ہیں جو یوں ہیں ۔

مفعول، مفاعیل، مفاعیل فَعَل　۔　مفعول، مفاعلن، مفاعیل، فَعَل
مفعولن، مفعول، مفاعیل، فَعَل　۔　مفعول، مفاعیلن، مفعول، فَعَل
مفعول، مفاعیل، مفاعیلن، فع　۔　مفعولن، مفعولن، مفعول، فَعَل
مفعولن، مفعولن، مفعولن، فع　۔　مفعولن، مفعول، مفاعیلن، فع
مفعول، مفاعیلن، مفعولن، فع　۔　مفعولن، فاعلن، مفاعیل، فَعَل
مفعول، مفاعلن، مفاعیلن، فع　۔　مفعولن، فاعلن، مفاعیلن، فع

۳.۲.۱۰.۲ ۔ یہ بارہ اوزان رُباعی کے اصل اوزان ہیں، انھیں سے مزید بارہ اوزان برآمد ہوتے ہیں جن کی شکل یہ ہے کہ مذکورہ بالا اوزان کے آخری رُکن میں ایک حرفِ ساکن کا اضافہ کر دیا جائے تو ان کی تعداد چوبیس ہو جاتی ہے یعنی ہر وزن کے آخری رُکن میں جہاں "فَعَل" ہے وہاں "فعول" کر دیا جائے تو چھ مزید وزن برآمد ہوں گے ۔ اسی طرح ہر وزن میں جہاں "فع" ہے وہاں "فاع" کر دیا جائے تو اور چھ وزن مل جاتے ہیں ۔ آخر میں یوں ایک حرف ساکن کے بڑھانے سے حاصل ہونے والے ان مزید ۱۲ اوزان کی حیثیت ثانوی ہے اس لیے کہ اگر تقطیع میں اضافہ شدہ آخری حرفِ ساکن کو شمار نہ کیا جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ اور اس کے شمار نہ کرنے کی صورت میں وہی بارہ وزن رہ جاتے ہیں جو اوپر درج کیے گئے ۔

۳.۲.۱۰.۳ ۔ رباعی کے تمام اوزان کو مندرجہ ذیل گوشوارے میں پیش کیا جاتا ہے ۔

	وزن نمبر	رکن اول	رکن دوم	رکن سوم	رکن چہارم
پہلا رکن : اخرم	۱	مفعولن	مفعولن	مفعول	فَعَل
	۲	مفعولن	مفعولن	مفعول	فعول
	۳	مفعولن	مفعولن	مفعولن	فع
	۴	مفعولن	مفعولن	مفعولن	فاع
	۵	مفعولن	فاعلن	مفاعیل	فَعَل
	۶	مفعولن	فاعلن	مفاعیل	فعول
	۷	مفعولن	فاعلن	مفاعیلن	فع
	۸	مفعولن	فاعلن	مفاعیلن	فاع
	۹	مفعولن	مفعول	مفاعیل	فَعَل
	۱۰	مفعولن	مفعول	مفاعیل	فعول
	۱۱	مفعولن	مفعول	مفاعیلن	فع
	۱۲	مفعولن	مفعول	مفاعیلن	فاع
پہلا رکن : اخرب	۱۳	مفعول	مفاعیلن	مفعول	فَعَل
	۱۴	مفعول	مفاعیلن	مفعول	فعول
	۱۵	مفعول	مفاعیلن	مفعولن	فع
	۱۶	مفعول	مفاعیلن	مفعولن	فاع
	۱۷	مفعول	مفاعلن	مفاعیل	فَعَل
	۱۸	مفعول	مفاعلن	مفاعیل	فعول
	۱۹	مفعول	مفاعلن	مفاعیلن	فع
	۲۰	مفعول	مفاعلن	مفاعیلن	فاع
	۲۱	مفعول	مفاعیل	مفاعیل	فَعَل
	۲۲	مفعول	مفاعیل	مفاعیل	فعول
	۲۳	مفعول	مفاعیل	مفاعیلن	فع
	۲۴	مفعول	مفاعیل	مفاعیلن	فاع

۴.۱۰.۲.۳ . کہنے کو تو رُباعی کے لیے یہ ۲۴ اوزان مخصوص رہے ہیں اور اب بھی ہیں، اور بہ قدرِ ضرورت بعض شاعروں نے اِن میں سے ہر ایک وزن کو اپنی رُباعیوں میں برتا بھی ہے، مثلاً "بحر الفصاحت" میں مولوی نجم الغنی اور "رہنمائے عروض" میں منشی سید علی نے رُباعی کے اِن ۲۴ اوزان کی مثالیں کسی شاعر عزیز بریلوی اور چندن کی محض چھ چھ رباعیوں سے بالترتیب فراہم کردی ہیں، لیکن اس نوع کے کلام بلاغت نظام کی حیثیت مثال برائے مثال سے زیادہ نہیں، رباعی میں اچھی شاعری سے انھیں کوئی تعلق نہیں۔ اردو کے بڑے اور اہم شاعروں نے اپنی رُباعیوں میں بہت تھوڑے اوزان کو برتا ہے۔ اس سلسلے میں نمونے کا ایک شماریاتی تجزیہ (Sample statistical analysis) بڑے دلچسپ نتائج پیش کرتا ہے۔
یہ جاننے کے لیے کہ اردو میں رُباعی کے اِن ۲۴ اوزان میں سے کون کون سے وزن زیادہ برتے گئے اور بالعموم کس شاعر کو کون کون سے وزن زیادہ مرغوب رہے ہیں نے مختلف شاعروں کی ۲۵۰ رباعیوں (یعنی ۱۰۰۰ مصرعے) کا عروضی تجزیہ کیا۔ ان ۲۵۰ رباعیوں میں کچھ شاعروں کی کل رُباعیاں (ولی، غالب، ذوق، شمس الرحمٰن فاروقی) بعض کی چند منتخب رباعیاں (میر، سودا، مصحفی، جوش، گوہر جلالی) اور بعض کی محض تین، دو یا ایک (فراق، تلوک چند محروم، یگانہ، فانی، جگت موہن لال رواں) رُباعی کو لیا گیا۔ ایک ہزار مصرعوں کی تقطیع سے واضح ہوا کہ مندرجہ ذیل اوزان بالترتیب زیادہ استعمال کیے گئے۔

وزن ۲۳ : مفعول، مفاعیل، مفاعیلن، فع - ۲۳۴ مصرعے
وزن ۱۹ : مفعول، مفاعلن، مفاعیلن، فع - ۱۹۳ مصرعے
وزن ۲۱ : مفعول، مفاعیل، مفاعیل، فَعَل - ۹۹ مصرعے
وزن ۲۴ : مفعول، مفاعیل، مفاعیلن، فاع - ۸۷ مصرعے
وزن ۲۲ : مفعول، مفاعیل، مفاعیل، فعول - ۸۳ مصرعے
وزن ۷ : مفعولن، فاعلن، مفاعیلن، فع - ۶۸ مصرعے
وزن ۱۷ : مفعول، مفاعلن، مفاعیل، فَعَل - ۵۶ مصرعے

---
۸۲۰ مصرعے

ایک ہزار میں سے ۸۲۰ مصرعے محض مندرجہ بالا ۷ اوزان میں پائے گئے بقیہ ۱۷ اوزان صرف

۱۸۰ مصرعوں میں برتے گئے۔ اگر اردو میں کہی گئی تمام رُباعیوں کا اس طرح کا تجزیہ کیا جائے تو یہ تو ممکن ہے کہ اعداد و شمار کے لحاظ سے مندرجہ بالا ترتیب میں اوزانِ بالا آگے پیچھے ہو جائیں اور اس فہرست میں دو چار اوزان کا اور اضافہ ہو جائے، تاہم یہ تجزیہ اتنی بات تو واضح کرتا ہی ہے کہ اردو میں رُباعی کے تمام ۲۴ اوزان یکساں تعداد میں نہیں برتے گئے۔ چند ہی اوزان پر شاعروں نے اکتفا کیا۔ یہاں تک کہ بعض شاعروں نے بعض اوزان کو تو سرے سے ہاتھ ہی نہیں لگایا۔ اُن شاعروں کے بارے میں جن کی تمام رُباعیاں یا جن کی خاصی تعداد میں رُباعیاں اس تجزیے کے لیے لی گئیں، یہ بات بڑی حد تک وثوق سے کہی جا سکتی ہے۔

۳.۲.۱۰.۴.۱ - ولی (کلیات میں کُل ۲۶ رُباعیاں یعنی ۱۰۴ مصرعے) نے اوّلین ۱۶ اوزان کو ہاتھ نہیں لگایا۔ ۱۷ سے ۲۴ (یعنی کُل ۸) تک کے اوزان میں تمام رُباعیاں کہیں۔ اس کے مرغوب ترین وزن ۲۳ مفعول، مفاعیل، مفاعیلن، فع (۲۸ مصرعے) اور ۲۱ مفعول، مفاعیل، مفاعیل، فَعَل (۲۶ مصرعے) ہیں، جن میں ۱۰۴ میں سے ۵۴ مصرعے کہے گئے۔ بقیہ ۵۰ مصرعے باقی چھ اوزان ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۲ اور ۲۴ میں ہیں۔

۳.۲.۱۰.۴.۲ - میں نے میر کی اُن ۵۱ رُباعیوں (۲۰۴ مصرعے) کی تقطیع کی جو مولوی عبدالحق اور محمد حسن کے مرتبہ انتخابات میں شامل ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ میر کے پسندیدہ ترین اوزان ۱۹ مفعول، مفاعلن، مفاعیلن، فع (۸۰ مصرعے) اور ۲۳ مفعول، مفاعیل، مفاعیلن، فع (۵۲ مصرعے) ہیں جن میں ۲۰۴ میں سے ۱۳۲ مصرعے کہے گئے۔ بقیہ ۷۲ مصرعے وزن نمبر ۵، ۷، ۱۵، ۱۷، ۱۸، ۲۰، ۲۱، ۲۲ اور ۲۴ میں ہیں۔ اِن ۷۲ مصرعوں میں سے بھی ۵۲ مصرعے وزن ۵ مفعولن، فاعلن، مفاعیلن، فع، میں ہیں، جسے ہم میر کا تیسرا مرغوب وزن قرار دے سکتے ہیں۔ اس طور میر نے اپنی تمام رُباعیاں (مذکورہ ۵۱) محض ۱۱ اوزان میں کہیں۔ اس نے وزن نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۶، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶ تو اِن رُباعیوں میں چھوا بھی نہیں۔

۳.۲.۱۰.۴.۳ - نسخۂ عرشی کے تینوں حصوں "گنجینۂ معنی"، "نوائے سروش" اور "یادگارِ نالہ" میں غالب کی ۲۶ ۱/۴ (یعنی ۲۶ رُباعیاں اور ایک مصرع = ۱۰۵ مصرعے) رُباعیاں شامل ہیں۔ میر کی طرح غالب کا بھی پسندیدہ ترین وزن ۱۹ یعنی مفعول، مفاعلن، مفاعیلن، فع ہے جس میں اُس نے ۳۳ مصرعے کہے۔ اس وزن کے بعد غالب کے پسندیدہ

اوزان میں وزن ۲۱ مفعول، مفاعلن، مفاعیل، فَعَل (۲۰ مصرعے) وزن ۲۳ مفعول، مفاعیل، مفاعیلن، فع (۱۳ مصرعے) اور وزن ۷ مفعولن، فاعلن، مفاعیلن، فع (۱۰ مصرعے) ہیں۔ اس نے کُل ۱۰۵ مصرعوں میں سے ۷۶ مصرعے ان چار اوزان میں کہے بقیہ ۲۹ مصرعے وزن ۵، ۶، ۸، ۱۸، ۲۰، ۲۱، ۲۲ اور ۲۴ میں کہے۔ یوں غالب نے محض ۱۲ اوزان سے کام چلا لیا۔ بقیہ ۱۲ اوزان ۱، ۲، ۳، ۴، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶ کو اُس نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔

۳.۲.۱۰.۴.۴ - تنویر احمد علوی کے مرتب کردہ "کلیات ذوق" میں ذوق کی کُل ۲۰ رباعیاں (۸۰ مصرعے) شامل ہیں۔ ذوق نے بھی صرف ۱۲ اوزان کو برتا ہے۔ اس نے وزن نمبر ۱، ۲، ۳، ۵، ۶، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، میں رُباعی کا کوئی مصرع نہیں کہا۔ اس کے پسندیدہ اوزان ۲۳ مفعول، مفاعیل، مفاعیلن، فع (۲۲ مصرعے) ۲۴ مفعول، مفاعیل، مفاعیلن، فاع (۱۷ مصرعے) ۲۰ مفعول، مفاعلن، مفاعیلن، فاع (۱۰ مصرعے) اور ۱۹، مفعول، مفاعلن، مفاعیلن، فع (۹ مصرعے) ہیں۔ ان چار اوزان میں ۸۰ میں سے ۵۸ مصرعے آ گئے ہیں۔ بقیہ ۲۲ مصرعے وزن نمبر ۴، ۷، ۸، ۱۰، ۱۷، ۱۸، ۲۱، ۲۲ میں ہیں۔

۳.۲.۱۰.۴.۵ - عہدِ حاضر کے ایک عمدہ رُباعی گو شاعر گوہر جلالی ہیں، جنھوں نے اس صنف کی طرف خاص توجہ دی ہے۔ میں نے اُن کی ۲۲ منتخب رُباعیاں (۸۸ مصرعے) اس تجزیے میں شامل کیں۔ ان ۸۸ مصرعوں کو انھوں نے صرف چار اوزان ۲۳ مفعول، مفاعیل، مفاعیلن، فع (۴۷ مصرعے) ۲۲ مفعول، مفاعیل، مفاعیل، فعول (۱۸ مصرعے) ۲۴، مفعول، مفاعیل، مفاعیلن، فاع (۱۵ مصرعے) اور ۲۱ مفعول، مفاعیل، مفاعیل، فَعَل (۸ مصرعے) میں کہا۔ ۱ سے ۲۰ تک کے اوزان کو ہاتھ نہیں لگایا۔

۳.۲.۱۰.۴.۶ - اس تجزیے میں شامل شاعروں میں شمس الرحمٰن فاروقی واحد شاعر ہیں جنھوں نے اپنی کُل ۷۵ رُباعیوں (۳۰۰ مصرعے) کے مجموعے "چار سمت کا دریا" میں رُباعی کے تمام ۲۴ اوزان کو استعمال کیا ہے۔ وزن نمبر ۱، ۲، ۳، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶ تو صرف فاروقی ہی کے ہاں ملے۔ زیرِ تجزیہ ۱۰۰۰ مصرعوں میں سے اگر فاروقی کے یہ ۳۰۰ مصرعے منہا کر دیے جائیں تو بقیہ ۷۰۰ مصرعوں سے کُل ۱۷ وزن حاصل ہوتے ہیں۔ فاروقی کی رُباعیوں میں ۲۴ کے ۲۴ اوزان مل ضرور گئے لیکن ان کے ہاں بھی بعض وزن برائے نام ہی

ہیں مثلاً وزن ۴ اور ۱۲ میں صرف دو دو مصرعے، ۱۰ اور ۱۸ میں تین تین مصرعے۔ ۸، ۱۴ اور ۱۵ میں چار چار مصرعے ہی ہیں۔ ان کے ہاں بھی چند ہی مخصوص اوزان کا زیادہ استعمال ہوا ہے۔ زیادہ مستعمل اوزان فاروقی کے ہاں بالترتیب یوں ہیں۔ وزن ۲۳ مفعول، مفاعیل، مفاعیلن، فع (۴۳ مصرعے) وزن ۲۱ مفعول، مفاعیل مفاعیل، فعَل (۳۶ مصرعے)، وزن ۱۹ مفعول، مفاعلن، مفاعیلن، فع (۳۲ مصرعے) وزن ۲۲ مفعول، مفاعیل، مفاعیل، فعول (۲۷ مصرعے) وزن ۲۴ مفعول، مفاعیل، مفاعیلن، فاع (۲۶ مصرعے) وزن ۷ مفعولن، فاعلن، مفاعیلن، فع (۲۲ مصرعے) وزن ۵ مفعولن، فاعلن، مفاعیل، فعَل (۱۸ مصرعے)۔ ۳۰۰ میں سے ۲۰۴ مصرعے ان ۷ اوزان میں آگئے باقی ۹۶ مصرعے باقی ماندہ ۱۷ اوزان میں کہے گئے۔

۳۔۲۔۱۰۔۴۔۷ ۔ یہ تجزیہ اس بات کو باور کرنے کے لیے کافی ہے کہ اردو میں رباعی کے لیے ۲۴ اوزان کی گنجائش و آزادی میسّر ہونے کے باوجود بہت تھوڑے اوزان کو استعمال میں لایا گیا۔

۳۔۲۔۱۰۔۵ ۔ اگر ایک رُباعی کے چاروں مصرعوں میں الگ الگ وزن استعمال کیے جائیں تو ایسی صورت میں صرف چھ رُباعیوں سے ۲۴ کے ۲۴ وزن حاصل ہو جاتے ہیں، مگر ہمارا مندرجہ بالا شماریاتی تجزیہ اس بات کا شاہد ہے کہ عموماً ایسا ہُوا نہیں ہے۔ مثال برائے مثال کی حد تک ہی اس طرح کی چند گنی چُنی مثالیں مل سکتی ہیں، جن کی اچھی شاعری کے نقطۂ نظر سے کوئی اہمیت نہیں۔ زیادہ تر یہ صورت دیکھنے میں آتی ہے کہ ایک رُباعی کے چار مصرعوں میں، ایک، دو یا تین وزن استعمال ہوئے ہیں۔ اگر دو مصرعوں میں کوئی ایک اور دو میں دو مختلف وزن لائے گئے ہیں تو ایسی رُباعی تین اوزان پر، اگر تین مصرعوں میں کوئی ایک اور ایک مصرعے میں ایک یا دو مصرعوں میں کوئی ایک اور دو میں کوئی دوسرا ایک وزن استعمال ہو تو ایسی رباعیاں دو اوزان پر مشتمل ہوں گی۔ ایسی مثالیں بھی کم نہیں کہ چار مصرعوں میں کوئی ایک ہی وزن استعمال ہوا ہو۔ اِس صورت حال کی وجہ سے چھ ایسی رُباعیاں، جنھیں شاعری کا بھی اچھا نمونہ قرار دیا جا سکے، اور جن سے ۲۴ کے ۲۴ اوزان برآمد ہو سکتے ہوں، ملنا مشکل ہے۔

۳۔۲۔۱۰۔۵۔۱ ۔ یہاں شمس الرحمٰن فاروقی کی ۹ ایسی رُباعیاں پیش کی جاتی ہیں جن سے رُباعی کے تمام ۲۴ اوزان حاصل ہو جاتے ہیں۔ وہ اوزان جو اگلی کسی رباعی میں دُہرائے گئے ہیں، ان کے گرد دائرہ کھینچ دیا جائے گا اور ان کی تقطیع دُہرائی نہیں جائے گی۔

قطعہ اور رباعی میں فرق

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا

عام طور پر قطعے اور رباعی میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ بلکہ دو ابیات والی صنف کو بلاتکلف رباعی کہہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ رباعی اور قطعے میں کافی فرق ہے۔

ان دونوں اصناف میں سب سے پہلا اور بنیادی فرق وزن کا ہے۔ رباعی کے وزن کی دریافت کے بارے میں تذکروں میں ایک دلچسپ قصہ درج ہے۔ یعقوب بن لیث صفاری کا بیٹا عید کے روز چند لڑکوں کے ساتھ جوز بازی کر رہا تھا۔ امیر بھی پاس کھڑا تماشا دیکھنے لگا۔ امیر زادے نے جوز گوچی کی طرف پھینکے جن میں سے سات گوچی میں چلے گئے اور ایک اچھل کر باہر آگیا۔ امیر زادہ نا امید ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی لڑھک کر اندر چلا گیا۔ اسی خوشی میں امیر زادے کے منہ سے یہ لفظ نکلے۔ ع "در غلطاں غلطاں ہمیرود تالب گو" یعقوب کو یہ کلام پسند آیا اور اپنے مصاحبوں کو حکم دیا کہ اس کو جانچیں کہ شعر کی قسم سے ہے یا نہیں۔؟ ابو دلف اور زنیب الکعب نے متفق ہو کر تقطیع کی تو بحر ہزج میں موزوں پایا اور ایک مصرع اس کے ساتھ لگا دیا۔ پھر ایک بیت بڑھا کر دو بیتی کہنے لگے۔ (۲)

یہ روایت ضعیف ہے مگر اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رباعی کا وزن ہمیشہ سے مخصوص رہا ہے۔

رباعی بحر ہزج مثمن (اخرم و اخرب) میں کہی جاتی ہے۔ اس میں دس ارکان مستعمل ہیں ایک سالم (مفاعیلن)، اور نو مزاحف (مفاعلن، مفاعیل، فاعلن، مفعولن، مفعول، فعول، فعل، فاع اور فع) ارکان مزاحف یا مزاحف و سالم باہم مرکب ہو کر آتے ہیں تو ان سے چوبیس اوزان حاصل ہوتے ہیں۔ ان چوبیس اوزان میں سے وہ بارہ جو مفعول سے شروع ہوتے ہیں اخرب

کہلاتے ہیں اور باقی بارہ جو مفعولن سے شروع ہوتے ہیں اخرم کہلاتے ہیں۔

	اخرب	اخرم
۱	مفعول مفاعلن مفاعیل فعول	مفعولن فاعلن مفاعیل فعول
۲	مفعول مفاعلن مفاعیلن فع	مفعولن فاعلن مفاعیلن فع
۳	مفعول مفاعلن مفاعیل فع	مفعولن فاعلن مفاعیل فعل
۴	مفعول مفاعلن مفاعیل فعل	مفعولن فاعلن مفاعیلن فع
۵	مفعول مفاعیل مفاعیل فعول	مفعولن مفعول مفاعیل فعول
۶	مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع	مفعولن مفعول مفاعیلن فاع
۷	مفعول مفاعیل مفاعیلن فعل	مفعولن مفعول مفاعیلن فع
۸	مفعول مفاعیل مفاعیلن فع	مفعولن مفعول مفاعیلن فاع
۹	مفعول مفاعیلن مفعول فعول	مفعول مفاعیلن مفعول فعول
۱۰	مفعول مفاعیلن مفعولن فع	مفعولن مفعولن مفعولن فاع
۱۱	مفعول مفاعیلن مفعول فعل	مفعولن مفعولن مفعول فعل
۱۲	مفعول مفاعیلن مفعولن فاع	مفعولن مفعولن مفعولن فع

ان سب اوزان کا جمع کرنا جائز اور روا ہے۔ گویا اگر رباعی کے چاروں مصرعے چار مختلف زحافات میں ہوں تو ناموزوں نہیں کہے جا سکتے۔

بابا طاہر عریان اور علامہ اقبال نے رباعی کے مروجہ اوزان کے برخلاف اس صنف کے لئے بحر ہزج مسدس (محذوف و مقصور) استعمال کی ہے لیکن اس بارے میں شدید اختلاف ہے کہ یہ رباعیات ہیں یا قطعات؟ عابد علی عابد لکھتے ہیں:۔

" موجودہ دور میں جب ایرانی شعراء نے مغرب کے زیر اثر اوزان کی نکمیں میں بہت سے تجربات کئے ہیں کسی شخص نے بھی رباعی کے وزن میں ردو

(1) -ITRARY HISTORY OF PERSIA -BROWAE VOL.II, Page 23

(۲) بحر الفصاحت - محمد نجم الغنی ص ۲۳۹

بدل کی کوشش نہیں کی۔ جدید شعراء میں جو رباعی کہتے ہیں وہ اس کے مخصوص اوزان اور ہیت کی ادبی روایت کا بڑی سختی سے تتبع کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس کا جواب کہ بابا طاہر کی رباعیاں دراصل رباعیاں ہیں یا نہیں صحیح طور پر تو نفی میں ہونا چاہیئے لیکن کم و بیش تمام بڑے بڑے نقاد اس کی پروا نہیں کرتے۔" (۱)

جب یہ طے ہو چکا کہ رباعی بحر ہزج مثمن (اخرب و اخرم) ہی میں لکھی جاتی ہیں تو ہزج مسدس کو اصولاً قطعہ ہی کہنا درست ہے۔ ورنہ اگر اس وزن کی انفرادیت ختم ہو گئی اور یہ دوسرے اوزان میں لکھی جانے لگی تو رفتہ رفتہ رباعی کی انفرادی حیثیت بھی ختم ہو جائے گی آج بھی ایسے نقاد بڑی تعداد میں موجود ہیں جو بحر ہزج مسدس کو قطعہ ہی قرار دیتے ہیں اور اسے رباعی کا وزن کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مولانا عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں:۔

" ڈاکٹر صاحب (یعنی علامہ اقبال) نے دو دو شعر کے بہت سے قطعے لکھے ہیں جنہیں صورتاً تو رباعی نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ رباعی کی متداول بحروں میں نہیں ہیں لیکن معناً ان کو قطعہ نما رباعی کہہ سکتے ہیں۔" (۲)

یعنی ایک لحاظ سے انہیں تسلیم ہے کہ یہ قطعات ہی ہیں۔ اس مسئلے کے بارے میں عارف عبدالمتین نے لکھا ہے:۔

واضح رہے کہ فارس کے مشہور شاعر بابا عریاں کے ان فن پاروں کو بعض اوقات رباعیات کا نام دیا جاتا رہا ہے جنہیں لغت کا سہارا لے کر "دوبیتیاں" تو شاید کہا جا سکتا ہے مگر جن پر فنی لاعلمی اور عروض سے بضاعتی کا مظاہرہ کئے بغیر رباعیات کا لیبل نہیں چپکایا جا سکتا کیونکہ یہ تمام پیرایہ ہائے کلام بحر ہزج مسدس میں ہیں اور رباعی کے لئے بحر ہزج مثمن میں ہونا

۱- فلسفہ اقبال (مضمون بابا طاہر عریاں اور اقبال)، سید عابد علی عابد ص ۲۰۰

۲- اقبال کامل ۔ عبدالسلام ندوی ص ۱۵۲

لازمی ہے۔ گویا بابا طاہر عریاں کی "دوبیتیوں" کا ہر مصرع سہ رکنی ہے جبکہ رباعیوں
کا ہر مصرع چار رکنی ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سعید نفیسی نے ابوسعید ابوالخیر کی کلیات کو
ترتیب دیتے وقت بحر ہزج مسدس سے تعلق رکھنے والے فن پاروں کو رباعیات
کے عنوان کے تحت یکجا نہیں کیا بلکہ ان کی تدوین التزاماً بطور قطعات کی ہے(۱)
علی جواد زیدی نے لکھا ہے :۔

"اقبال نے رباعیاں کم کہی ہیں اور جو کہی بھی ہیں ان میں اور قطعات میں بحر
وغیرہ کے اعتبار سے فرق گویا نہیں ہے اس لئے اقبال کا ذکر قطعات کے
سلسلہ میں ہوگا۔" (۲)

ان آراء سے اتفاق کرتے ہوئے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ جو فن پارہ ہزج مثمن
(اخرب و اخرم) کے علاوہ کسی بھی بحر سے لکھا جائے گا وہ قطعہ ہوگا۔

اس بحث میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قطعے اور رباعی میں پہلا بنیادی فرق وزن کا ہے
رباعی کا وزن مخصوص ہے مگر قطعے کے لئے کسی بحر کی تخصیص نہیں۔ یہ چھوٹی سے چھوٹی اور
طویل سے طویل بحر میں بھی لکھا جاسکتا ہے۔

دوسرا فرق مطلعے کا ہے مگر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ یہ فرق جدید دور میں زیادہ
اہم نہیں رہا۔ قطعے میں مطلع کا ہونا ضروری نہیں البتہ رباعی کے لئے مطلع لازمی چیز ہے
اساتذہ کے کلام میں شاید ہی کوئی ایسی رباعی ہو جو بے مطلع ہو۔ رباعی کے چاروں مصرعے بھی
ہم قافیہ ہوسکتے ہیں۔ ایسی رباعی کو مُصَرَّع کہتے ہیں۔ قطعے میں چاروں مصرعے ہم قافیہ نہیں ہوتے
تیسرا بڑا فرق تعداد اشعار کا ہے۔ قطعہ کے اشعار دو سے زائد بھی ہوسکتے ہیں اور
ہوتے ہیں۔ مگر رباعی کے اشعار کسی صورت بھی دو سے نہیں بڑھ سکتے۔

آخری قابل ذکر بات یہ ہے کہ رباعی کی تینوں خصوصیات (مطلع کا ہونا، مخصوص وزن کی

۱۔ قطعہ اور رباعی کے خدوخال۔ عارف المتین (ادبی دنیا شمارہ ۶ - ۱۹۶۲ء)

۲۔ تعمیری ادب ۔ علی جواد زیدی۔ ص ۵۶

موجودگی، تعداد اشعار کا محدود ہونا) علیحدہ علیحدہ صورت میں قطعات میں بھی مل سکتی ہیں۔ یعنی
قطعے میں مطلع ہوسکتا ہے۔ اس میں رباعی کا وزن بھی ہوسکتا ہے اس کے اشعار کی تعداد
بھی دو ہوسکتی ہے مگر تینوں خصوصیات رباعی میں بیک وقت موجود ہوتی ہیں جبکہ قطعے میں یہ
سب کبھی اکٹھی نہیں ہوتیں۔ زیادہ سے زیادہ تین میں سے دو خصوصیات قطعے میں بیک وقت
جمع ہوسکتی ہیں۔

اللہ کا اکرام و عطا عام ہوا
ہر درد کدہ مصدرِ آرام ہوا
اس طرح ہوا مہرِ طرحدار طلوع
دل طُور ہوا، مصدرِ الہام ہوا

....

صبا متھراوی

نعتیہ رباعیات

ـــــ ایک جائزہ

خالد علیم

رباعی اس صنفِ سخن کا نام ہے جو چار مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے، اور اس کی بحر بحرِ ہزج سے مشتق ہے۔ تاہم چار مصرعوں کا وزن ایک جیسا نہیں ہوتا۔ اہلِ فن نے زحافات کی مختلف صورتوں سے اس کے چوبیس اوزان قرار دیئے ہیں، جس پر اکثر اساتذہ کاربند ہیں اور انہی مروجہ اوزان کو صحیح تسلیم کرتے ہیں

رباعی عربی زبان کا لفظ ہے۔ عربی میں ربع کسی چیز کے چوتھے حصے کو کہا جاتا ہے اور لفظ رباعی میں یائے نسبتی کے سبب اس کے معنی چار والے ہیں۔

فارسی کی قدیم کتابوں میں رباعی کو ترانہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور چار مصرعوں کی اس مختصر سی نظم کو دوبیتی، چہار مصراعی اور جُفتی وغیرہ بھی کہا گیا ہے۔ تاہم متاخرین کی ایک کثیر تعداد نے لفظ رباعی کو اس کے ترنم، نغمگی اور مخصوص اوزان کی مناسبت سے زیادہ موزوں خیال کیا ہے اور خاص طور پر اردو زبان میں اِس مختصر نظم کو رباعی ہی کہا جاتا ہے۔

رباعی اگرچہ عربی لفظ ہے، لیکن اس کی ایجاد کا سہرا
ایرانیوں کے سر ہے۔ ابتداء میں اسے ترانہ اس لئے بھی کہتے
تھے کہ اسے خصوصاً گانے کے لئے تصنیف کیا جاتا تھا۔
لیکن بعد میں اس میں خاصی وسعت پیدا ہوئی اور پھر تصوّف،
مذہب و اخلاق، مدح و ذم، اور پند و نصائح کے مضامین
بڑی خوبصورتی اور اختصار کے ساتھ فارسی رباعی کی شکل
میں ادا کئے جانے لگے۔

فارسی میں بے شمار شاعر ایسے گزرے ہیں، جنہوں
نے رباعی کی بدولت شہرت حاصل کی۔ خصوصاً شیخ ابو سعید
ابو الخیر، عمرِ خیام، افضل کاشانی، سحابی نجفی اور سرمد نے
اس صنفِ سخن کو بامِ عروج پر پہنچا دیا۔ گرامی جالندھری نے
بھی فارسی میں بڑی زوردار رباعیاں کہی ہیں اور ان کا مجموعۂ
رباعیات چھپ کر مقبولیت کی سند حاصل کر چکا ہے۔

اردو زبان میں بھی رباعی اپنی کشش اور اختصار کے
باعث مقبول تو رہی لیکن اس زبان کے شعراء نے اس میں
وہ وسعت اور ہمہ گیری پیدا نہ کی جو فارسی رباعی کا طرۂ امتیاز
ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ افتادِ طبع کے لحاظ سے
رباعی کے مضامین حکیمانہ اور فلسفیانہ خیالات پر مشتمل تھے،
جبکہ اردو شاعری کے مزاج میں غزل گوئی کے باعث رنگینی
آگئی تھی اور فلسفہ و حکمت کے خشک مسائل میں دلچسپی باقی
نہ رہی تھی۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ غزل کا ہر شعر اپنی جگہ ایک
مکمل مضمون کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ حکمت و فلسفہ کے

جو تھوڑے بہت مضامین بیان کئے گئے ہیں، وہ بھی غزل ہی
کی صورت میں بیان ہوئے اور رباعیہ پر کوئی خاص توجہ نہ دی
گئی۔ صرف ایک صنفِ سخن کے طور پر اس کو اپنایا گیا، تاہم
بعد میں انیسؔ و دبیرؔ اور اس دور کے دوسرے مرثیہ نگاروں
نے رباعی پر قدرے توجہ دی۔ یہ شعراء مجلسوں میں مرثیہ
شروع کرنے سے پہلے کچھ رباعیات بھی سنایا کرتے
تھے۔

اکبر الہ آبادی اور الطاف حسین حالیؔ نے رباعی
اصلاحی اور تعمیری نکتۂ نظر سے لکھی۔ اردو شاعری میں البتہ
امجد حیدرآبادی نے رباعی کو کافی ترقی دی اور زیادہ تر رباعی ہی
کہی۔ بلکہ دیگر نظموں اور غزلوں میں بھی رباعی کی بحر کو اپنایا۔ علاوہ
ازیں شادؔ عظیم آبادی، یاسؔ یگانہ چنگیزی، مہدی علی شہیدؔ،
تلوک چند محرومؔ، جوشؔ ملیح آبادی، فراقؔ گورکھپوری، اثرؔ
صہبائی اور عبد العزیز خالدؔ نے رباعی کو بطورِ خاص اہمیت دی۔
اور رباعیات کے باقاعدہ مجموعے شائع کئے۔ بعد ازاں
صاحبزادہ نصیر الدین گولڑوی، صوفی افضل فقیرؔ، یزدانی جالندھری
اور چند دیگر شعراء رباعی کی طرف خصوصی توجہ دے رہے ہیں
اور اوّل الذکر کا مجموعہ رباعیات شائع ہو کر مقبولیت کا شرف
حاصل کر رہا ہے۔

یہاں رباعیات کا تذکرہ مقصود نہیں، صرف یہ دیکھنا ہے
کہ رباعیات کی صورت میں نعتیہ مضامین کو کن شعراء نے اپنایا

فارسی اور اُردو شاعری میں دوسری اصنافِ سخن کے
مقابلے میں رباعیات کا ذخیرہ کم ہے اور جب خاص طور پر
نعتیہ رباعیات کی تلاش مقصود ہو تو پتہ چلتا ہے کہ شعراء نے
اس صنفِ سخن میں نعتیہ مضامین کو بہت ہی کم اپنایا ہے۔
خیال تھا کہ جس طرح اکثر شعراء نے دواوین یا کلیات اور
مثنویوں کے آغاز میں تبرک کے طور پر کچھ نعتیں لکھی ہیں، اس
طرح رباعیات کے مجموعے بھی اس متبرک رسم سے خالی
نہ ہوں گے۔ لیکن تلاش بسیار سے پتہ چلا کہ فارسی اور اُردو
کے اکثر شعراء، جن کی پہچان ہی توصیفِ رسولِ مقبولؐ ہے۔
اور نعتیہ شاعری میں وہ بلند مقام کے حامل ہیں، ان کے مجموعے بھی
نعتیہ رباعیات سے تقریباً خالی ہیں[1]۔ شاید اس کا سبب یہی ہے
کہ رباعی حکمت و معرفت اور فلسفیانہ خیالات سے عبارت
تھی اور شعراء نے تصوف کے باریک نکتوں اور فلسفے کے
ادق و خشک مسائل کو بیان کرنے کے لئے اس مختصر سی نظم کو
موزوں خیال کیا اور اپنی قادر الکلامی کے جوہر دکھانے کے
لئے اپنی تمام تر چابکدستی انہی مسائل میں صرف کر دی جس کے
باعث رباعی انہی مضامین کے لئے مخصوص ہو کر رہ گئی۔

۱۔ اس دور کے عظیم نعت گو عبدالعزیز خالد کے کئی نعتیہ مجموعے
شائع ہو چکے ہیں، لیکن ان کے مجموعۂ رباعیات "لحنِ حریر"
میں کوئی رباعی نعت میں نہیں ہے۔

نعت کہنے کے لئے ان کے پاس دوسری اصنافِ سخن
کا پیمانہ کافی وسیع تھا۔ لہٰذا غزل، مثنوی اور قصائد کی شکل
میں بے شمار نعتیہ سرمایہ موجود ہے۔ دیگر نعت چونکہ نکتہ
آفرینی کا نام نہیں، بلکہ وسعتِ فکر، جذب و کیف اور
ذوق و شوق کی آئینہ دار ہونا اس کا بنیادی عنصر ہے، اس
لئے رباعی جیسی باریک صنفِ سخن اس کی متحمل نہ ہو سکی۔
اور اس کا دامن نسبتاً دوسری اصناف کے نعتیہ مضامین سے
خالی رہا۔

ابتداء میں بابا طاہر افغانی (اواخر قرن چہارم)
کے چند قطعات ملتے ہیں۔ جن کو بعض حضرات قافیوں کی
ترتیب کے لحاظ سے رباعی ہی کہتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ رباعی
کے مروجہ سلسلۂ بحور میں سے نہیں، اس لئے ان کو رباعی
کہنا مناسب نہیں[2]۔

ابوسعید ابوالخیر (متوفی: ۴۴۰ھ)، فارسی زبان میں
صوفیانہ شاعری کے بانی تھے۔ فارسی میں ان کا وہی مقام
ہے۔ جو اُردو شاعری میں میر درد کا ہے۔ ان کی رباعیات
میں باقاعدہ نعتیہ مضامین نہیں ملتے۔ تاہم کہیں کہیں ایک آدھ

۲۔ بابا طاہر افغانی کی تمام تر رباعیات بحرِ ہزج مسدس
محذوف میں ہیں، جو مفاعیلن مفاعیلن فعولن کے
ارکان پر مشتمل ہے۔

مصرع نعتیہ رنگ میں آجاتا ہے، مثلاً : ؎

اے باد بخاکِ مصطفایتؐ سوگند
یاراں بہ علیؓ مرتضایت سوگند
افتادہ بگریہ خلق بس کن بس کن
دریا بہ شہیدے کربلایت سوگند

یارب بمحمدؐ و علیؓ و زہرہؓ
یارب بہ حسینؓ و حسنؓ و آلِ عباؓ
از لطف مراکن حاجتم در دو سرا
بے منت خلق یا علیؓ الاعلیٰ

اسی طرح شاعر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدۂ مبارک کے نور اور دُودمانِ حیدرؓ یعنی حسینؓ و حسنؓ کے طفیل اللہ تعالیٰ سے کرم کا خواستگار ہے : ؎

یارب دو نورِ دیدہ پیغمبرؐ
یارب بہ دو شمع دودمانِ حیدرؓ
بر حالِ مَن از عین عنایت بنگر
دارم نظرے آنکہ نیفتم ز نظر

فارسی میں عمر خیام نیشاپوری (متوفی : ۵۳۶ھ) کا مقام بہت بلند ہے۔ اس کی رباعیات سرمستی، جذب و سرور اور شرابِ طہور کا مزہ دیتی ہیں۔ اہلِ مغرب نے عمر خیام کی بڑی قدر افزائی کی اور اس کی رباعیات کے

بے شمار تراجم انگریزی زبان میں ہوئے۔ خیام کی رباعیوں میں صرف حکیمانہ اور فلسفیانہ خیالات ہیں، بلکہ اس نے ریاضی کے بعض دقیق مسائل کو بھی رباعیات کا موضوع بنایا ہے۔ اس نے رباعیات میں رنج اور افسردگی کو ختم کرنے کے لئے عیش و شباب کی دعوت اور ساقی و شراب کی مدّاحی کی ہے، جس کے سبب بعض اس کو ملحد و زندیق کہتے ہیں اور بعض طبقۂ صوفیائے کرام میں شمار کرتے ہیں۔ ملحد و زندیق کی فردِ جرم عاید ہونے کے باوجود وہ حوضِ مصطفےٰؐ سے شرابِ طہور پینے کو ترجیح دیتا ہے اور اس میں سرمست و سرشار ہے : ؎

اے دل مئے معشوق مکن در باقی
سالوس رہا کن و مکن رزّاقی
گر پیروِ احمدئی، خوری جامِ شراب
زاں حوض کہ مرتضاش باشد ساقی

آشوبِ زمانہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ساقی سے شراب کا طالب ہوتا ہے اور پھر حضور اکرمؐ کے چہرۂ مبارک ہی کو آبِ حیات تصوّر کر کے کیف و نشاط میں سرشار ہو جاتا ہے اور اس سرمستی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالمِ موجودات کی ہر شے کا مقصود کہتا ہے : ؎

ساقی قدح کہ ہست عالمِ ظلمات
جز روئے تو نیست در جہاں آبِ حیات

از جان و جہان ہر چہ در عالم ہست
مقصود توئی و بر محمد صلوات

مغلیہ خاندان کے دوسرے فرمانروا شہنشاہ نصیر الدین ہمایوں (متوفی: ۹۶۳ھ) کی ایک نعتیہ رباعی ملتی ہے، جس میں وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخلوقِ عالم کا منتہاء مقصود کہتا ہے:ے

اے سرورِ کائنات مد اصل وجود
حقا کہ توئی حبیبِ حق معبود
برخیز و نما جمالِ عالم آرا
زیرا کہ توئی ز خلقِ عالم مقصود

دارا شکوہ قادری (متوفی: ۱۰۶۹ھ) سلطنتِ مغلیہ کا ولی عہد تھا لیکن بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کی صحبت میں رہا اور حضرت ملا شاہ بدخشی کی مریدی اختیار کی اور قادری کہلایا۔ سفینۃ الاولیاء، سکینۃ الاولیاء اور دیگر کئی کتابیں اس سے یادگار ہیں۔ شاعری میں بھی اچھا ذوق رکھتا تھا۔ اس کی دو رباعیاں درج ذیل ہیں:ے

اظہار ز اطلاق برائے تو بود
این کون و مکاں یقیں سزائے تو بود
چو بہرِ ظہورِ ما سبب گشتی تو
جان و دلِ ما فدائے پائے تو بود

در عاشق و معشوق سخن بسیار است
صد ناز و نیاز گفتگو در کار است
آں عشوہ کہ ہست درمیانِ ایشاں
کس واقفِ آں نیست ہمہ اسرار است

نصرتی بیجاپوری (متوفی: ۱۰۸۵ھ) عادل شاہی دور (سلطنت بیجاپور، دکن) کا ملک الشعراء تھا۔ دیگر اصنافِ سخن کے ساتھ ساتھ چند رباعیاں بھی اس کے دیوان میں مل جاتی ہیں۔ ایک نعتیہ رباعی ملاحظہ ہو:ے

وے ختم نبوت کا خدا تاج تجھے
بخشا ہے دو عالم کا جنم راج تجھے
یک شب توں لامکاں تلک ملک لیا
ہونے تے نلک فلک پہ معراج تجھے

خواجہ میر درد (متوفی: ۱۱۹۹ھ) اردو زبان کے صوفی شاعر تھے۔ اردو کے ساتھ ساتھ فارسی میں بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ان کا دیوانِ فارسی حال ہی میں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ ان کی دو رباعیات نعت میں ملتی ہیں، جو شام و سحر کے نعت نمبر "نقشِ ثانی ۱۹۸۱ء" کے صفحہ نمبر ۱۹۸ پر شائع ہو چکی ہیں۔ تاہم نمونے کے طور پر ایک رباعی درج کی جاتی ہے:

اے بحرِ شفاعتِ دو عالم لائق
دارم ز جنابِ تو امیدِ واثق

بے شبہ ز خورشید حقیقت بہ جہاں

تو مخبر صادقی چو صبح صادق

میر و سودا کے ہمعصر قیام الدین قائم چاندپوری (متوفی: ۱۲۰۸ھ) کا اردو شعر و ادب میں ایک اچھا مقام ہے۔ کلیاتِ اردو کے علاوہ انہوں نے ایک تذکرہ مخزنِ نکات کے نام سے لکھا تھا، جو انجمن ترقی اردو اور مجلسِ ترقی ادب کی طرف سے بسیط مقدموں کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔ قصیدہ، غزل اور دیگر اصنافِ شاعری کے علاوہ رباعی پر بھی ان کی توجہ رہی۔ لیکن نعتیہ رباعیات کی تعداد صرف دو ہے: ؎

یا ختمِ رسل گو کہ تو پیچھے آیا

آگے حق کے ترا سا کس کو پایا

پیدا ہے کہ ہے وہ جنسِ قسم اول

بزاز نے آخر کو جسے دکھلایا

امید رکھی بہت میں یاں جس تس سے

مجھ کو نہ کیا پہ زر کسو نے مس سے

کہلا کے ترا یہ دیکھ میں اپنا جا کر

کس سے کہوں یا رسولِ اکرمؐ کس سے

مولانا محمد باقر آگاہ ویلوری (متوفی: ۱۲۲۰ھ) مدراس کے رہنے والے تھے۔ اردو، فارسی اور عربی پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ ان کی منظوم تصنیف "ہشت بہشت"، جو آٹھ

رسالوں میں منقسم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ اقدس کے مضامین پر مشتمل ہے۔ اردو کے علاوہ فارسی شاعری میں بھی انہوں نے فکر و نظر کے گوشے منور کئے ہیں۔ فارسی میں چند نعتیہ رباعیات ملاحظہ ہوں: ؎

ہم حامد و محمود محمد باشد

ہم شاہد و مشہود محمد باشد

ہم قاصد و مقصود محمد باشد

ہم واجد و موجود محمد باشد

احمد کہ بود گوہر تاجِ لولاک

گردد بہ مدارِ خاکِ راہش افلاک

در محفلِ او میز تلامیذِ رسل!

در مکتبش اطفال زباں داں املاک

شد آئینہ ذات صفات و اسما

از بحرِ حقیقتش سحاب است عما

عالم بود از محیط عدوش موجے

گر دیدہ کفے ورنہ چہ ارض و چہ سما

احمد آمد سر آمدِ ملک و ملک

افتاد بہ بحر او چہ فلکی ست فلک

عالم برہم شود بیک چشم زدن
گر رود مددش اگر دمے زو منفک

کرامت علی خان شہیدی (متوفی: ۱۲۵۶ھ) کا دیوان (مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۲۹۳ھ) اگرچہ اعلیٰ پایہ کا ہے، لیکن ان کی شہرت ان کے ایک نعتیہ قصیدے کی وجہ سے ہے، جو صرف ۳۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ ان کے ہاں ایک آدھ نعتیہ رباعی بھی نکل آتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:ـــ

عصیاں سے مرا دست عمل کوتہ ہے
ہاں چشم شفیع کی طرف گہ گہ ہے
ذاکر کو ہے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا شغل
یا وردِ محمد رسول اللہ ہے

مرثیہ نگاری میں انیس لکھنوی (متوفی: ۱۲۹۱ھ) کا مقام جس قدر بلند ہے، وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ انیس اور ان کے معاصر دبیر نے اردو مرثیہ خصوصاً اردو شاعری کو وہ درجہ دیا ہے کہ اردو زبان کو ہمیشہ ان دو بزرگوں پر فخر رہے گا۔

انیس و دبیر نے مرثیے کے ساتھ ساتھ رباعی پر بھی خصوصی توجہ دی۔ اس دور میں یہ قاعدہ تھا کہ مجلسوں میں مرثیہ شروع کرنے سے پہلے شعراء ماحول اور موضوع کی مطابقت سے ایک دو رُباعیاں پڑھا کرتے تھے لہٰذا

انیس و دبیر کے ہاں رباعیات کافی تعداد میں ملتی ہیں۔ دیگر موضوعات کے علاوہ ان کی کچھ نعتیہ رباعیات بھی موجود ہیں۔ میر انیس کی دو رباعیاں ملاحظہ ہوں:ـــ

دنیا میں محمدؐ سا شہنشاہ نہیں
کس راز سے خالق کہ یہ آگاہ نہیں
باریک ہے ذکرِ قربِ معراجِ رسولؐ
خاموش کہ یاں سخن کو بھی راہ نہیں

ساحل پہ ابھی تھا کہ اُدھر جا اُترا
نے شرع چڑھی نہ کوئی پردا اُترا
تھا کشتیٔ احمدؐ سے کنارا جس کو
دریا سے سلامت وہی بیڑا اُترا

نعت میں میر انیس سے زیادہ میرزا دبیر لکھنوی (متوفی: ۱۲۹۲ھ) کی رباعیات زوردار اور فصاحت میں بے نظیر ہیں۔ ان کی رباعیات میں ندرتِ مضامین کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ مضمون آفرینی کی یہ مثال ملاحظہ ہو:ـــ

کیا قامتِ احمدؐ نے منا پائی ہے
چہرے میں عجب نور کی زیبائی ہے
مصحف کو نہ کیوں فخر ہو اس صورت پر
قرآن سے پہلے یہ کتاب آئی ہے

ایک دوسری رباعی میں ان کی جدتِ فکر کے تیور دیکھیے:ـــ

کیوں خامہ سے مشقِ خطِ پیمبرؐ کرتے
بے کِلک رقم لاکھ وہ دفتر کرتے
فرمایا سفید رو سیاہ کاروں کو
کاغذ کو سیاہ رو وہ کیونکر کرتے

سائے کے مضمون کو اکثر شعرا نے اپنے انداز میں باندھا ہے اور فیضی نے "بے سایہ سائبانِ عالم" کہہ کر اس مضمون میں فکر کی تازگی ضرور پیدا کر دی ہے۔ لیکن مرزا دبیر کے ہاں اس مضمون کی ندرت آفرینی بے مثل ہے: ؎

تسلیم نبیؐ کو ہر سلیماں خم ہے
خاتم لقب و زیرِ نگیں عالم ہے
سائے کی سیاہی نہ رہے کیونکر دُور
خاتم ہے مگر نور کی یہ خاتم ہے

معراج کے مضمون کو یوں نظم بند کیا ہے: ؎

معراجِ نبیؐ میں جائے تشکیک نہیں
ہے نور کا تڑکا شبِ تاریک نہیں
کونین کے قرب سے یہ صادق ہے دبیر
اتنا کوئی اللہ کے نزدیک نہیں

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی محبت ہر مسلمان کا جزوِ ایمان ہے اور دبیر کے نزدیک بھی حاصلِ ایمان یہی جذبہ ہے: ؎

یٰسین کو سُن کر جو قضا کرتے ہیں
حق الفتِ احمدؐ کا ادا کرتے ہیں

یٰسین ہے نبیؐ کا نام سو نزع کے وقت
اس نام پہ جان اپنی فدا کرتے ہیں

قربان علی بیگ سالک (متوفی: ۱۲۹۷ھ) کے کلیات میں نعتیہ رنگ کی ایک رباعی مل جاتی ہے: ؎

ہوں طاعت و بندگی میں کتنا مجہول
فرمانِ خدا جس میں ہے نے حکمِ رسولؐ
کس بات سے پھر نجات کی ہو امید
ہاں ہو تو یہ عجز ہو ہمارا مقبول

اس دَور کے ایک شاعر حکیم غلام مولیٰ قلق (متوفی: ۱۲۹۷ھ) کے کلیات میں بھی ایک ہی رباعی نعت میں ہے، جس کا آخری مصرع عقیدۃً محلِ نظر ہے: ؎

بے رُوئے نبی عرضِ صفا کیوں ہوتا
اور آئینہ وحدت کا جلا کیوں ہوتا
معشوق کے جلوے سے ہے پیدا عاشق
ہوتا نہ محمدؐ تو خدا کیوں ہوتا

میاں شاہ محمدؐ دلدار علی مذاق بدایونی (متوفی: ۱۳۱۲ھ) نے ایک رباعی میں خدائے عزّوجل اور رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کو ہر چیز سے افضل قرار دیا ہے: ؎

حق حق یوں ہے نہ حق ریاضت میں ملا
طاعت میں ملا نہ وہ عبادت میں ملا

وَاللہ مذاق جب کسی نے ڈھونڈا
اللہ رسولؐ کی اطاعت میں ملا

محسن کاکوروی (متوفی: ۱۳۲۲ھ) کے کلام کی گوناگوں خصوصیات نے نعتیہ شاعری میں ان کو خاص رُتبہ بخشا ہے۔ یہ پہلے شاعر ہیں جنہوں نے نعتیہ کلیات مرتب کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی اور اُن کی مدحت کو اپنی تمام تر شاعری اور فکرونظر کا مرکز بنایا۔ ان کی نعتیہ غزلوں اور دیگر قصیدوں کے علاوہ قصیدہ لامیہ (سمت کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل)۔ خصوصاً اردو شاعری میں بے نظیر ہے اور اپنی بے شمار فنی اور معنوی خوبیوں کے باعث نعتیہ شاعری کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔

محسن کی نعتیہ مثنویاں صبحِ تجلی اور چراغِ کعبہ سلاستِ زبان، مضمون آفرینی، معنویت کی بلندی، خیالات کی روانی اور جذبے کی شدت اور خصوصاً نادر تشبیہات کی وجہ سے اپنا جواب آپ ہیں۔ محسن نے جہاں مداحیِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں دوسری اصناف میں طبع آزمائی کی، وہاں رباعی جیسی مشکل صنفِ سخن میں بھی نعتیہ مضامین کو قلمبند کیا: ؎

موا جی طوفانِ بلا ہر سو ہے
اور قلب میں اضطراب ہر پہلو ہے

کر دے بہ طفیلِ مصطفےٰؐ بیڑا پار
اس کشتی کا ناخدا خدایا تو ہے

مولا کی نوازشِ نہاں کھلتی ہے
عزت مری پیشِ قدسیاں کھلتی ہے
کہہ دو کہ ملک گوش بر آواز رہیں
مداحِ پیمبرؐ کی زباں کھلتی ہے

مولانا الطاف حسین حالی (متوفی: ۱۳۳۳ھ) کا مسدس ‟مدوجزرِ اسلام،، اُمتِ مرحومہ کا نوحہ بھی ہے اور مسلمان قوم کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کا تازیانہ بھی۔ مسدس کا نعتیہ حصہ تو بلا مبالغہ اردو نعتیہ شاعری میں بے مثل ہے۔ اس طرح ان کے نعتیہ قصائد میں فکروفن کی بلندی کے ساتھ ساتھ جذب وکیف اور سوزودرد کی کیفیت بھی نظر آتی ہے۔ مولانا حالی نے اردو رباعی کو بھی بطورِ خاص ترقی دی۔ اس سے پہلے رباعی صرف تصوف، فلسفہ اور خاص طور پر عاشقانہ جذبات و خیالات تک ہی محدود تھی۔ لیکن مولانا حالی اور ان کے ہمعصر اکبر الہ آبادی نے رباعی کو اصلاحی اور تعمیری نکتۂ نظر سے لکھا۔

اکبر الہ آبادی کے ہاں اصلاح طنزومزاح کے پیرائے میں مضمر ہے۔ لیکن مولانا حالی کے ہاں سنجیدہ طبعی

زیادہ نمایاں ہے۔ اس افتادِ طبیعت کے باعث
ان کے ہاں زبان کی سادگی اور خیالات کی پاکیزگی پائی
جاتی ہے۔ بے ساختگی اور لطافت بھی جگہ جگہ نمایاں
ہے۔ ان کی رباعیات میں بھی تقریباً یہی عنصر پایا جاتا
ہے۔ جس طرح ان کی نعتوں میں سیرتِ اقدس کے مضامین
ملتے ہیں، ان کی رباعیات بھی انہی اوصاف کی حامل ہیں:

بطحائے عرب کو محترم تو نے کیا
اور اُمّیوں کو خیرِ امم تو نے کیا
اسلام نے ایک کر دیا روم و تتار
بچھڑے ہوئے گلّے کو بہم تو نے کیا

زہّاد کو تو نے محوِ تمجید کیا
عشّاق کو مستِ لذّتِ دید کیا
طاعت میں رہا نہ حق کی ساجھی کوئی
توحید کو تو نے آ کے توحید کیا

بطحا کو ہوا تیری ولادت سے شرف
یثرب کو ملا تیری اقامت سے شرف
اولاد ہی کو فخر نہیں کچھ تجھ پر
آبا کو بھی ہے تیری ابوّت سے شرف

احمد رضا خاں بریلوی (متوفّی: ۱۳۴۰ھ) نے اردو نعتیہ
کلام کا کافی ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے، جو ان کے مجموعۂ نعت
"حدائقِ بخشش" کی زینت ہے۔ ان کی نعت کا جوہر سوز و

گداز اور محبتِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے۔ وہ حضورِ
اکرمؐ کی ذاتِ گرامی سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ اس
لئے ان کے کلام میں عشق و محبت کی چاشنی، نازک خیالی
اور فنی کمالات کے ساتھ ساتھ دلکشی، تازگی اور لطافت
کا عنصر نمایاں ہے۔ نعتیہ رباعیات بھی سادگی و پرکاری اور
جذب و عقیدت کا اعلیٰ نمونہ ہیں:

پیشہ مرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو
ہاں شرع کا البتہ ہے جذبہ مجھ کو
مولیٰ کی ثنا میں حکمِ مولیٰ کا خلاف
لوزینہ میں سیر تو نہ بھایا مجھ کو

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنّۃ للّٰہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

توشہ میں غم و عشق کا ساماں بس ہے
افغانِ دلِ زار حدی خواں بس ہے
رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو
نقشِ قدمِ حضرتِ حسّانؓ بس ہے

تشبیہ و استعارہ کی ندرت ملاحظہ ہو:

ہے جلوہ گہِ نورِ الٰہی وہ رُو
قوسین کی مانند ہیں دونوں ابرو
آنکھیں یہ نہیں سبزہ مژگاں کے قریب
چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو

مولانا غلام قادر گرامی جالندھری (متوفی: ۱۳۴۵ھ)
فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کے ہمعصر علامہ اقبالؒ نے بھی ان کے کلام کا لوہا مانا ہے۔ ان کے دیوان میں جہاں نعتیہ اشعار نہایت زوردار ہیں، ان کی نعتیہ رباعیاں بھی اپنا جواب آپ ہیں۔ مولانا گرامی نے نعت میں کئی رباعیاں لکھیں اور یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ نعت میں سب سے زیادہ رباعیات صرف مولانا گرامی ہی نے لکھی ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق چند رباعیاں ملاحظہ ہوں: ـــ

آں ختمِ رُسُلؐ شاہِ عرب ماہِ عجم
آں موجِ نخست ست ز دریائے قدم
در تابشِ آفتابِ محشر چہ غم است
دستِ مَن و دامنِ رسولِ اکرمؐ

در صبحِ الست ادرسِ ما حق طلبی ست
در مانگہِ دوست سبب بے سببی ست
بر حکمِ وفا تختِ شہنشاہیِ ما
فخر است کہ آں فخرِ رسولِ عربی ست

پیغمبرِ ما کہ انبیاء راست امام
جبریل آوردش از خداوند پیام
بودش بر حکمِ فطرت انجام آغاز
در دائرہ نبوتت آغاز انجام

در شہرِ گرامی ست کہ شورش بسر ست
خود را کم دید طرفہ بالغ نظر است
گوید ز مسیحا و محمد سخنے
اوّل دگر ست نقشِ ثانی دگر ست

ایک رباعی میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بشاراتِ مسیح کی رو سے فارقلیط کہا گیا ہے، بلکہ اس رباعی کی ردیف ہی فارقلیط ہے: ـــ

اے ختمِ رسُلؐ جانِ جہاں فارقلیط
خوانند ترا بر آسماں فارقلیط
می گفت مسیح در بشاراتِ جلیل
من می روم، آید بہ جہاں فارقلیطؐ

آج کے عظیم نعت گو عبدالعزیز خالدؔ کی ایک نعتیہ تصنیف کا نام بھی "فارقلیط" ہے۔

امجد حیدر آبادی (متوفی: ۱۳۸۱ھ) کا نام نعتیہ شاعری کی تاریخ میں قابلِ قدر ہے اور اپنی رباعیوں کے سبب وہ اردو شاعری میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ امجد کی یہ خصوصیت قابلِ ذکر ہے کہ انہوں نے اردو رباعی کو فارسی کے ہم پلہ کیا ہے۔ اقبالؒ اور گرامی جیسے قادر الکلام شاعر

بھی امجد کی رباعیات سے روحانی مسرّت حاصل کیا کرتے تھے۔ گرامی نے ایک رباعی میں امجد کا مقام یوں متعین کیا ہے:

امجد بہ رباعی است فردِ امجد
مِلکِ امجد کلید گنج سرمد
گفتم کہ بود جوابِ سرمد امروز
رُوحِ سرمد بگفت "امجد امجد"

امجد کی رباعیات متصوفانہ خیالات سے عبارت ہیں۔ اس لحاظ سے امجد اور سرمد میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔ رباعی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کا آخری مصرع برجستہ اور زوردار ہو۔ رباعی میں جس مضمون کو باندھا گیا ہو، چوتھے مصرع میں اس کو منتہا تک پہنچا دیا گیا ہو۔ تاکہ پوری رباعی میں ایک محرّک روح پیدا ہو جائے۔

امجد نے تمام تر قادرالکلامی سے ہر رباعی کے تینوں مصرعوں کو خوبصورتی سے ادا کر کے آخری مصرع میں متعلقہ مضمون کی پوری رُوح پھُونک دی ہے۔ انہوں نے رباعی کی اس خصوصیّت کے حوالے سے حضُور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ختمِ نبوّت کو تشبیہاً بیان کیا ہے۔ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا تمام انبیاءؑ کے بعد ظہور ہونا ان کی نبوّت کی معراج ہے اور انبیائے کرامؑ سے ان کی فضیلت کا ثبوت ہے۔ سُبحان اللہ! کیا مضمون ہے۔ ملاحظہ ہو:ـــ

رُخ مہر ہے قد خطِ شعاعی کی طرح
وہ گلہ اُمّت میں ہے راعی کی طرح
اس خاتمؑ انبیاء کا آخر میں ظہور
ہے مصرعِ آخرِ رباعی کی طرح

ایک دوسری رباعی میں ان کے فکر و تخیّل کی بلندی اور مضمون آفرینی ملاحظہ ہو:ـــ

معبود کی شان عبد میں پاتا ہوں
تنزیہہ سے تشبیہہ کی سمت آتا ہوں
کلمہ میں خدا کے بعد ہے نامِ نبیؐ
کعبہ سے مدینے کی طرف جاتا ہوں

ایک اور رباعی میں شاعر کی قادرالکلامی دیکھیئے:ـــ

حیرت نہیں بے سایہ اگر ذات ہوئی
ٹکڑے کیا چاند کیا کرامات ہوئی
دن رات تھا جلوہِ خدا پیشِ نظر
معراج ہوئی تو کیا نئی بات ہوئی

دیگر رباعیات بھی ان کے جذب و شوق اور دلی کیفیّات کی آئینہ دار ہیں اور رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے والہانہ عقیدت مندی کا اظہار دلکشی اور لطافت کے پیرائے میں جا بجا کیا گیا ہے۔

فراق گورکھپوری (متوفی: ۱۴۰۲ھ) اُردو غزل کے علاوہ رباعی بھی بہت اچھّی کہتے تھے۔ ان کے کئی مجمُوعے رباعیات کے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی ایک نعتیہ رباعی ملاحظہ فرمائیں:ـــ

انوار بے شمار معدود نہیں
رحمت کی شاہراہ مسدود نہیں
معلوم ہے کچھ تم کو محمدؐ کا مقام
وہ اُمّتِ اسلام میں محدود نہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی جہاں مسلمانوں کے لئے باعثِ فخر و رحمت ہے، وہاں اغیار نے بھی ان کی تعلیمات سے فیض حاصل کیا ہے۔ کئی ہندو شعراء نے بڑی خوبصورت نعتیں لکھی ہیں، بلکہ بعض شعراء نے مسلمان شعراء کے انداز میں توصیفِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اپنی عجز و انکساری کا ثبوت دیتے ہوئے اسی ذاتِ اقدس کو اپنا ہادیٔ برحق قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک مضمون اعترافِ عظمت کے نام سے "شام و سحر" کے نعت نمبر (نقشِ اول) میں شائع ہو چکا ہے، جو پروفیسر خالد بزمی صاحب نے تحریر کیا ہے۔

فراقؔ کے بعد یہاں ایک اور ہندو شاعر ستیہ پال اخترؔ رضوانی کی چند نعتیہ رباعیات درج کی جاتی ہیں :—

تاریکیوں کا نقش مٹایا تو نے
وحدت کا نیا گیت سنایا تو نے
صدیوں سے جو روشن تھا چراغِ باطل
تنویرِ صداقت سے بجھایا تو نے

صوفی افضل نقیر قادر الکلام شاعر ہیں لیکن صرف نعت لکھتے ہیں اور نعت ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

اردو، فارسی اور عربی پر مکمل عبور ہونے کے باعث ان تینوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں۔ ان کے کلام میں تخیل کی بلندی، بیان کی شیرینی اور فکر کی پختگی پائی جاتی ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار قلبی واردات، جذب و عقیدت اور عشقِ رسولؐ کے آئینہ دار ہیں۔ عروض سے فطری اور علمی مناسبت ہونے کے باعث بے شمار رباعیاں بھی انہوں نے لکھی ہیں۔ بلکہ رباعی کی بعض نئی بحریں بھی ایجاد کی ہیں۔ ان کی نعتیہ رباعیاں عقیدت و احترام اور فکر و خیال کے گلہائے رنگا رنگ سے مزیّن ہیں :

از دہر مسرّتِ فراواں دیدن
فردا بہ ریاضِ جنّت آرامیدن
خوش باشد لیک ہم از ینہا خوشتر
سرشارِ ثنائے مصطفٰےؐ گردیدن

یزدانی جالندھری بھی کہنہ مشق شاعر ہیں اور اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ علم عروض پر خاصی دسترس رکھتے ہیں۔ بے شمار غزلیات، منظومات اور نعتیہ قصائد کے علاوہ انہوں نے "صبحِ سعادت" کے نام سے ایک نعتیہ مثنوی لکھی ہے، جو محسن کاکوروی کی "صبحِ تجلّی" کے بعد اس موضوع پر دوسری نعتیہ مثنوی ہے۔ رباعی پر بھی ان کی خصوصی توجہ ہے۔

باہر ہے بیاں سے عزّ و شانِ سرورؐ
اللہ کا بیان ہے بیانِ سرورؐ

کیونکر نہ کہیں کہ وہ ہیں ناطقِ قرآں
قرآں کی زبان ہے زبانِ سرورؐ

انور فیروزپوری کا مرکزِ فکر و نظر صرف نعت ہے اور اسی کو سعادتِ دارین سمجھتے ہیں۔ نعتیہ رباعیات بھی کافی لکھی ہیں۔ دو رباعیاں ملاحظہ ہوں:ے

کل حشر کے دن ہوگی حکومت اُنؐ کی
کام آئے گی اُمت کے شفاعت اُنؐ کی
لازم ہے کہ ہم ان سے محبت رکھیں
بخشش کا وسیلہ ہے محبت اُنؐ کی

مہتاب کو گردوں سے اتارا کس نے
گرداب نشینوں کو ابھارا کس نے
کیا پہنچے کوئی تا حدِ شانِ احمدؐ
دیکھا ہے سمندر کا کنارا کس نے

بعض نوجوان شعراء بھی رباعی کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔ ان میں ایک سیّد حامد یزدانی ہیں، جو غزل اچھی لکھتے ہیں، تاہم نعت کی طرف بھی رجوع ہے۔ مشکل بحروں میں اچھے شعر نکال لیتے ہیں۔ لہٰذا رباعی پر بھی ان کو دسترس حاصل ہے۔ ایک رباعی میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نعت کو زندگی کا حاصل قرار دیتے ہیں۔ اور اپنے فکروفن کی منزل کا تعیّن رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ و

آلہٖ وسلّم کے ذکر ہی سے کرتے ہیں:ے

کیا اور کوئی ذکر مقابل ٹھہرے
تذکارِ نبیؐ فکر کی منزل ٹھہرے
کچھ اور نہ آرزو ہو دل میں حامدؔ
بس نعت ہی زندگی کا حاصل ٹھہرے

ایک دوسری رباعی ملاحظہ ہو:ے

مخلوق کو خالق سے ملانے والا
رستہ توحید کا دکھانے والا
کرتا ہے سرِ کُن فکاں کی تفہیم
گلہ بنی سعد کا چرانے والا

راقم الحروف نے بھی چند رباعیاں لکھی ہیں۔ تحدیث اور تشکرِ نعمت کے طور پر دو رباعیاں پیشِ خدمت ہیں:ے

مل جائے مجھے جذبۂ جامیؔ آقاؐ
عرفیؔ کی قادر الکلامی آقاؐ
لہجہ ہو مرے سخن میں بوصیریؔ کا
افکار میں ندرتِ گرامیؔ آقاؐ

لب پہ ہے مرے ذکرِ رسولِ مقبولؐ
توصیفِ شہِؐ امم ہے میرا معمول
مداحِ پیمبرؐ دو عالم ہوں میں
ہوتا ہے فلک سے مجھ پہ شعروں کا نزول

صلی اللہ علیہ وسلم

مُختارِ مُہم زیر و بالا تُو ہے
محبوبِؐ جنابِ حق تعالیٰ تو ہے
گردابِ بلا میں ڈوبتا ہے محسنؔ
اِس کشتی کا پار کرنے والا تو ہے

....

بندہ کو نگاہِ لطفِ مولا بس ہے
حضرتؐ کا مرے لئے وسیلہ بس ہے
میں مُشتِ غبار ہوں، سہارا مجھ کو
دامانِ رسولِ مصطفیٰؐ کا بس ہے

....

کیوں حشر میں انتشار بےحد ہو گا
سر پر مرے دامانِ محمدؐ ہو گا
اٹھوں گا لحد سے جب میں اِنشاءاللہ
دل میں احد اور زباں پہ احمدؐ ہو گا

محسن کاکوروی

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آتے رہے انبیا کَمَا قِیْلَ لَھُمْ
وَالْخَاتَمُ حَقُّکُمْ کہ خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفترِ تنزیل تمام
آخر میں ہوئی مُہر کہ اَکْمَلْتُ لَکُمْ

....

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
اِن سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے، مری جان ہیں یہ

....

یہ شہؐ کی تواضع کا تقاضا ہی نہیں
تصویر کھنچے ان کو گوارا ہی نہیں
معنی ہیں یہ مانی کہ کرم کیا مانے
کھنچنا تو یہاں کسی سے ٹھہرا ہی نہیں

احمد رضا خاں بریلوی

دل بزمِ محبت میں ادیب اپنا ہے
عُشاق میں کیا خوب نصیب اپنا ہے
سب عشق مجازی ہیں، حقیقی ہے یہ عشق
اللہ کا محبوبؐ حبیب اپنا ہے

....

محمدؐ کو شرف خدائے سرمد سے ملا
اعزاز سب انبیاء کو احمدؐ سے ملا
جاں بخشیء عیسیٰؑ ید بیضائے کلیمؑ
جو کچھ جس کو ملا، محمدؐ سے ملا

....

کیا عشقِ نبیؐ میں ہم نے پایہ پایا
رحمت کا خطِ جبیں کو آیہ پایا
راحت ہوئی مرگ و زندگی میں حاصل
خورشید یہاں، عدم میں سایہ پایا
امیر مینائی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دنیا میں محمدؐ سا شہنشاہ نہیں
کس راز سے خالق کے یہ آگاہ نہیں
باریک ہے ذکرِ قربِ معراجِ رسولؐ
خاموش کہ یہاں سخن کو بھی راہ نہیں

....

ساحل پہ ابھی تھا کہ ادھر جا اُترا
نے شرع چڑھی، نہ کوئی پردہ اترا
تھا کشتیء احمدؐ سے کنارا جس کو
دریا سے سلامت وہی بیڑا اترا

....

آدم کو یہ تحفہ، یہ ہدیّہ نہ ملا
ایسا تو کسی بشر کو پایہ نہ ملا
اللہ ری لطافتِ تنِ پاکِ رسولؐ
ڈھونڈا کیا آفتاب، سایہ نہ ملا
میر انیس

کیا قامتِ احمدؐ نے ضیا پائی ہے
چہرے میں عجب نُور کی زیبائی ہے
مصحف کو نہ کیوں فخر ہو اِس صُورت پر
قرآن سے پہلے یہ کتاب آئی ہے

....

یٰسٓ کو سن کر جو قضا کرتے ہیں
حق الفتِ احمدؐ کا ادا کرتے ہیں
یٰسٓ ہے نبیؐ کا نام سو نزع کے وقت
اس نام پہ جاں اپنی فدا کرتے ہیں

....

معراجِ نبیؐ میں جائے تشکیک نہیں
ہے نور کا تڑکا، شبِ تاریک نہیں
قوسین کے قُرب سے یہ صادق ہے دبیرؔ
اتنا کوئی اللہ کے نزدیک نہیں

....

میرزا دبیرؔ لکھنوی

معبود کی شان عبْد میں پاتا ہوں
تنزیہ سے تشبیہ کی سمت آتا ہوں
کلمہ میں خدا کے بعد ہے نامِ نبیؐ
کعبہ سے مدینے کی طرف جاتا ہوں

....

حیرت نہیں، بے سایہ اگر ذات ہوئی
ٹکڑے کیا چاند، کیا کرامات ہوئی
دن رات تھا جلوۂ خدا پیشِ نظر
معراج ہوئی تو کیا نئی بات ہوئی

....

جھولی بندے کی، بندہ پرور بھر دے!
کشکول میں مقصود کے گوہر بھر دے
صدقہ ترے میخانے کے مے خواروں کا
اے ساقیٔ کوثر! مرا ساغر بھر دے!

امجد حیدر آبادی

بطحائے عرب کو محترم تو نے کیا
اور اُمیّوں کو خیرِ اُمم تو نے کیا
اسلام نے ایک کر دیا روم و تتار
بچھڑے ہوئے گلّے کو بہم تو نے کیا

....

زُہّاد کو تو نے محوِ تجید کیا
عشّاق کو مستِ لذّتِ دید کیا
طاعت میں رہا نہ حق کی ساجھی کوئی
توحید کو تو نے آ کے توحید کیا

....

بطحا کو ہُوا تیری ولادت سے شرف
یثرب کو ملا تیری اقامت سے شرف
اولاد ہی کو فخر نہیں کچھ تجھ پر
آبا کو بھی ہے تیری ابوّت سے شرف

اکبر الہ آبادی

ہر شے تہِ دامانِ رسولؐ عربی
یہ قول ہے شایانِ رسولؐ عربی
اللہ کو اللہ سمجھنے والے
سو جاں سے ہیں قربانِ رسولؐ عربی

....

سینوں میں قرآنِ رسولؐ عربی
ہونٹوں پہ ہے فرمانِ رسولؐ عربی
معراجِ نبوّت ہے کہ معراج کی رات
اے شانِ خدا، شانِ رسولؐ عربی

....

اک شمعِ شبستانِ رسولؐ عربی
اک رونقِ ایوانِ رسولؐ عربی
حسنینؓ کا یہ مرتبہ اللہ اللہ!
ترکیبِ دل و جانِ رسولؐ عربی

عیش فیروزپوری

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از خاکِ عرب تا بہ عجم مانتے ہیں
ہاں صاحبِ اَلطاف و کرم مانتے ہیں
ہم دَیر نشیں بھی ہیں ترے مدح سرا
رہبر جو تجھے اہلِ حرم مانتے ہیں

....

جمہورِ مُساوات کا پیغمبرؐ ہے
آئینۂ حالات کا پیغمبرؐ ہے
اے خطۂ بطحا و عرب کے باسی
تو کشف و کرامات کا پیغمبرؐ ہے

....

سچ ہے، ترے اَطوار کا ثانی نہ ملا
اس صِدق کا، ایثار کا ثانی نہ ملا
ویسے تو ملے لاکھ نقوشِ تازہ
لیکن ترے کردار کا ثانی نہ ملا

ستیہ پال اختر رضوانی

تجھ سا سرور ہے کہاں تاجِ فَتَحْنَا والے
اے شہنشاہِ عرب، طیبہ و بطحا والے
ہم تو ہیں کعبۂ ابرو کے ترے سجدہ گزار
اے شہِ ختمِ رسلؐ، گنبدِ خضرا والے

....

تاج ہے فرقِ نبیؐ کا، فَتَدَلّٰی کیا ہے
قَابَ قَوسَین سے ظاہر ہے کہ رُتبہ کیا ہے
منکرِ قولِ شفاعت سے یہ پوچھے کوئی
معنیٔ آیتِ "یُعطِیکَ فَتَرضٰی" کیا ہے

....

مصلحت تھی یہی حضرتؐ کے یہاں آنے میں
تیرگی تا نہ رہے دہر کے کاشانے میں
جب ہوا مہرِ عرب جلوہ نما اے عثماںؔ
سرنگوں بت پئے سجدہ ہوئے بُت خانے میں

تاجدارِ دکن میر عثمان علی خاں

دنیا میں نہیں ہے لافانی کوئی
کب ہے یہاں نقشِ جاودانی کوئی
اللہ بھی، فرشتے بھی ہیں مصروفِ درود
ہمسر ہے محمدؐ کا نہ ثانی کوئی

....

ضَو پاش و ضیا ریز ہے خورشیدِ حجاز
تابندہ و رخشندہ نشیب اور فراز
واللہ مساواتِ محمدؐ کے طفیل
اک صَف میں کھڑے ہو گئے محمودؔ و ایاز

....

شارقؔ انبالوی

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاک ہے تو
اے نازشِ عرش محسنِ خاک ہے تو
کشتِ غربا کو بھی نوازا جس نے
وہ ابرِ کرم، اے شہِ لولاکؐ ہے تو

....

تھا زیر و زبر جہاں میں ربطِ زن و مرد
عورت کی ذات تھی فقط صُورتِ درد
تو آیا تو جَور سے ملی اس کو نجات
قائل ہے اس انصاف کا ہر دانا فرد

....

جب سے مُسلِم نے تیرا دامن چھوڑا
اور غیر سے جا کے اپنا رشتہ جوڑا
اُس دن سے رُکی ہوئی ہے اس کی گاڑی
خوشیوں کا اسی دن سے ہے اس کو توڑا

اے ڈی اظہرؔ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس طرح ہو موردِ مراحم و عطا
لکھ مدحِ رسولؐ دوسرا، مدح سرا
مسرور ہو دل اگر ہو سرگرمِ درود
لو آؤ کہو اہلِ ولا صلِّ علیٰ

....

اے رہبرِ کُل، فِداکَ اُمّی وَ اَبی
اے شمعِ سُبل، فداکَ امی و ابی
پہنچایا قتیلؔ کو خدا تک تُو نے
یا شاہِ رُسل فداکَ اُمّی و اَبی
قتیلؔ حیدر آبادی

دنیا میں رسول اور بھی لاکھ سہی
زیبا ہے مگر حضورؐ کو تاجِ شہی
ہے خاتمۂ حسنِ عناصر ان پر
ہیں مصرعِ آخر اس رباعی کے وہی

....

روشن مجھے اب تیرہ شبی کرنے دے
رنجور ہوں، درماں طلبی کرنے دے
ہٹ چشمِ تصوّر سے الگ اے دنیا
دیدارِ رسولِؐ عربی کرنے دے
حامدؔ حسن قادری

ہیں مظہرِ ذاتِ حق رسولِ اکرمؐ
مختار و خلیفۂ خدائے عالم
صرف اُنکے سبب سے سب اُولوالعزم ہوئے
عیسیٰؑ، موسیٰؑ، خلیلؑ، نوحؑ و آدمؑ

....

بتلا دے کوئی، نبیؐ کا دیکھا سایہ؟
سایہ کا بھی ہوتا ہے کسی جا سایہ
جب سایۂ نورِ ازلی وہ ٹھہرا
پڑتا کیوں کر زمیں پر اس کا سایہ

....

کیوں حشر میں بگڑی ہوئی حالت ہو گی
کب اُن کے غلاموں پہ قیامت ہو گی
کیا خوف کریں نارِ جہنم سے جمیلؔ
ہم پر تو وہاں نبیؐ کی رحمت ہو گی
جمیلؔ قادری رضوی

ہے دُھوم کہ کچھ لوگ خلا تک پہنچے
مہتاب چُھوا، اس کی ضیا تک پہنچے
ہے تیری محبّت بھی عجب سیّارہ
ہم اس کے وسیلے سے خدا تک پہنچے

....

اوروں کو تو یہ اوج میسّر بھی نہیں
تجھ سا بخدا کوئی پیمبر بھی نہیں
کونین کی دولت ہو اگر ایک جگہ
وہ تیرے کفِ پا کے برابر بھی نہیں

....

اُڑنے کے لئے فکر کے پَر آئے ہیں
تخییل کے جادے بھی نظر آئے ہیں
بیٹھا ہوں جو لکھنے کو قصیدہ زلفیؔ
جبریلؑ مرے دل میں اتر آئے ہیں
سیف زلفیؔ

تنظیم خیابانِ نبوّت تُو ہے
تکمیلِ گلستانِ نبوت تو ہے
جبریلؑ کے ہونٹوں کے تکلّم کی قسم
بس آخری اعلانِ نبوت تو ہے

....

شیدا تھی دل و جان سے قدرت تجھ پر
روشن تھی زمانے کی حقیقت تجھ پر
دنیا کو ملا تجھ سے نظامِ آخر
بیشک ہوئی تکمیلِ نبوّت تجھ پر

....

کونین کی تقدیر جگائی تُو نے
وہ راہ صداقت کی سُجھائی تو نے
کونین میں پھر بابِ نبوّت نہ کھلا
تکمیل کی وہ مُہر لگائی تو نے

صباؔ متھراوی

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اک ابرِ کرم شافعِ محشرؐ کہئے
الطاف و عنایت کا سمندر کہئے
شانِ محبوبِ کبریا یزدانی
"اِنّا اَعطَینٰکَ الکوثر" کہئے

....

اے تو کہ قسیمِ حوضِ کوثر ٹھہرا
روحِ حکمِ "فصَلِّ وَالنحَر" ٹھہرا
روشن ہے ازل سے تا ابد نام ترا
تحقیق کہ دشمن ترا ابتر ٹھہرا

....

باہر ہے بیاں سے عزوشانِ سرورؐ
اللہ کا بیان ہے بیانِ سرورؐ
کیونکر نہ کہیں کہ وہ ہیں ناطق قرآں
قرآں کی زبان ہے زبانِ سرورؐ

یزدانؔی جالندھری

لکھوں سرخیلِ مرسلاں کی توصیف
پیغمبرِ آخر الزماں کی توصیف
اس کے اوصاف کیا بیاں ہوں مجھ سے
اللہ نے جس کی خود بیاں کی توصیف

....

مل جائے مجھے جذبۂ جامیؒ آقا
عرفیؔ کی قادرُ الکلامی آقا
لہجہ ہو مرے سخن میں بوصیریؒ کا
ہو فکر میں ندرتِ گرامیؔ آقا

....

لکھوں سرکارؐ کا قصیدہ لکھوں
اس خُلقِ مجسّم کا سراپا لکھوں
لکھنے کو ہیں بے شمار اس کے اوصاف
محوِ حیرت ہوں میں کہ کیا کیا لکھوں

خالدؔ علیم

ذمی مرے اقوال و عقول و افہام
الفاظ و اساطیر عبید و خدّام
میں حرفِ سروش ہوں خدا کی آواز
لکھتا ہوں سلام احمدِؐ مختار کے نام

....

حق نے جسے بخشا ہے مقامِ محمُود
مخدوم زمانہ محفود و محشود
مَا اَدْرِیْ مَا یُفعَلُ بِیْ کہتا ہے
وہ ابنِ ابی قشم پڑھیں جس پہ درود

....

اف تک نہ کہا جس نے ملازم کو کبھی
پُرخندہ یُجِیبُ دَعْوَۃَ الْمَمْلُوْک
لایا جو مساوات و اخوت کا پیام
ہے محسنِ انساں وہی مکّی مدنی

عبدالعزیز خالد

معبودِ برحق ہے ازل سے موجود
عالمؐ میں ہوئی جس سے مگر اس کی نمود
وہ ایک وجودِ پاک جس کو کہئے
یٰسٓ، طٰہٰ، محمدؐ، احمدؐ، محمودؐ

....

وہ جس کا خُلق سربسر قرآں ہو
کس کو اس کے مقام کا عرفاں ہو
تا حشر نہ لکھ سکے گا شاعر وہ ثنا
جو ختمِ رسلؐ کی شان کے شایاں ہو

حافظ محمد افضل فقیرؔ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لکھتا ہے حضورؐ پر مضامیں پیہم
کرتا ہے دل حزیںؔ کے جذبات رقم
توصیف کی راہ میں رواں رہتا ہے
تھکتا ہی نہیں ثنائے خواجہؐ میں قلم

....

دن ہو کہ رات، نعت کہتا ہوں میں
گم اُن کے خیالات میں رہتا ہوں میں
آقاؐ کی ہے رحمتوں کا دریا اس میں
چپ چاپ سُبک روی میں بہتا ہوں میں

....

جو قول نیا مری زباں سے نکلا
سرکارؐ کی مدح کے بیاں سے نکلا
نکلے وہ ثنا کے حرف جس کے لب سے
محشر میں حزیںؔ وہ امتحاں سے نکلا

حزیںؔ کاشمیری

حاصل لعلِ مرام ہو گا، ہو گا
حل مسئلہ اور کام ہو گا، ہو گا
سرکار محمدؐ، رسولُ اللہ سے
حکمِ اکرام عام ہو گا، ہو گا

....

عالم کی اساس احمدِ مُرسل ہے
موردِ الہام و وحی کا اکمل ہے
واللہ عمل دل سے کرے کوئی اگر
ہر مسئلے کا وِردِ "محمدؐ" حل ہے

....

مولاؐ دل کو عطا سے معمور کرو
آلام و ملال و وسوسہ دور کرو
عاصی ہے مگر واصلِ در ہے عاصی
سرکارِ دوعالمؐ اِسے مسرور کرو

....

(غیر منقوط)

راغبؔ مراد آبادی

یہ رازِ حقیقت ہمیں بتایا کس نے
اللہ سے بندوں کو ملایا کس نے
تعلیم محمدؐ کے سوا اے اعجازؔ
انسان کو انسان بنایا کس نے

....

کانٹوں کے بجائے گلِ شاداب ملے
ذرّوں کے عوض گوہرِ نایاب ملے
جس راہ سے گزرے ہیں رسولِ اکرمؐ
نقشِ کفِ پا صورتِ مہتاب ملے

....

گر نورِ محمدؐ کا نہ احساں ہوتا
روشن نہ کبھی عالمِ امکاں ہوتا
پیشانیِ آدمؑ میں نہ ہوتا یہ نور
مسجودِ ملائک نہ یہ انساں ہوتا

اعجازؔ رحمانی

وہ احمدِ مرسل، وہ سدا اہلِ اصُول
صد حاصلِ اکرام و ارم اس کا حصُول
ہر عالم و ہر عہد کا صدرِ اوّل
ہر درد کا ہر روح کا ہر دل کا رسولؐ

....

معصومِ عمل عالم و عامل کو سلام
محمُود ادا حاکم و عادِل کو سلام
ہر دور کا ہر عہد کا ہر دم کا سدا
اس دَور کو اس روح کو اس دِل کو سلام

....

(غیر منقوط)

صبؔا متھراوی

آفات کے پھندوں سے نکل جاتا ہے
گرتا ہوا انسان سنبھل جاتا ہے
آ جائے اگر نامِ محمدؐ لب پر
طوفانِ بلا کا رخ بدل جاتا ہے

....

اے کاش کبھی دیکھ لوں صُورت ان کی
ہو جائے کسی روز زیارت ان کی
کرتا ہوں انہیں یاد، کرم ہے ان کا
رہتے ہیں تصوّر میں، عنایت ان کی

....

یٰسٓ کبھی لکھوں، کبھی طٰہٰ لکھوں
ہو ذکرِ سخاوت کا تو دریا لکھوں
الفاظ سہارا نہیں دیتے آقاؐ
تم اس سے سوا ہو، تمہیں جیسا لکھوں

فداؔ خالدی

ہیں ملائک بھی سجدہ ریز جہاں
پھول ہوتے ہیں عطر بیز جہاں
التفاتِ رسولؐ ہے وہ وصؔی
رحمتیں بھی ہیں تیز تیز جہاں

....

رفعت دوجہاں سے کم تو نہیں
اور کسی آستاں سے کم تو نہیں
جس کے ذرے ہیں مہر و ماہ وصؔی
وہ زمیں آسماں سے کم تو نہیں

وصؔی تیموری

کل حشر کے دن ہو گی حکومت اُن کی
کام آئے گی امّت کے، شفاعت ان کی
لازم ہے کہ ہم اُن سے محبّت رکھیں
بخشش کا وسیلہ ہے محبّت ان کی

....

مہتاب کو گردوں سے اتارا کس نے
گرداب نشینوں کو اُبھارا کس نے
کیا پہنچے کوئی تا حدِ شانِ احمدؐ
دیکھا ہے سمندر کا کنارا کس نے

....

یاد آتے ہیں، ان کی جستجو ہوتی ہے
روتا ہے دل، آنکھ باوضو ہوتی ہے
جذبات پہ رحمت کا برستا ہے سحاب
پھر نعتِ محمدؐ کی نموُ ہوتی ہے

انؔور فیروزپوری

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کیا عقل کرے گی شرحِ قابَ قوسَین
راغب اس راز کے ہیں محرم طرفین
حاصل ہے خدا سے ہم کلامی کا شرف
اللہ رے معراجِ رسولؐ الثقلین

....

فانی نہیں فخرِ دوسراؐ کی آواز
ہے مظہرِ حق، حق آشنا کی آواز
گونجے ہُوئے کونین اسی آواز سے ہیں
آوازِ رسولؐ ہے، خدا کی آواز

....

راغب مراد آبادی

صلی اللہ علیہ وسلم

صُوفی نے اَنَا کے رمز کو جانا ہے
کامل نے اسے نورِ خدا مانا ہے
ہوتا ہے ہر اک اُمّتی احمدؐ پہ نثار
خالق کو اسی سے سب نے پہچانا ہے

....

قرآن میں تعریف کرے جس کی خدا
کیا کر سکے اس شہؐ کی کوئی مدح و ثنا
مرغوبِ خدا کیوں نہ ہوں افعال اس کے
محبوب جو ہو خالقِ دو عالم کا

....

ہم اُمّتی احمدؐ کے ہیں صد شُکرِ الٰہ
محشر میں اُسی ذات کی ہے ہم کو پناہ
محبوبؐ کے صدقے میں خدایا ہم پر
کر فضل کہ دنیا میں نہ ہو جائیں تباہ

فیاضؔ حیدر آبادی

محمود محمدؐ ہے تو بندہ ہے ایاز
ذرے کو ہے مہربانیٔ مہر پہ ناز
طاعت میں سمجھتا ہوں اطاعت اس کی
میں بندۂ درگاہ ہوں، وہ بندہ نواز

....

روشن ہے مثالِ خورِ محمدؐ کا نام
کل وحی و صحف میں پہلے پہنچا ہے پیام
ہے وید میں صاف پیش گوئی موجود
باقی ہے نظامؔ کس کو اب جائے کلام

....

آدم خلق اللہ کی کر تحقیقات
صُورت ہے محمدؐ کی ہر اک شخص کی ذات
گر پہلوئے راست پر سمٹ کر لیٹے
لے دیکھ نظامؔ کان پر رکھ کر ہات

نواب مردان علی خاں رعناؔ و نظامؔ

ہر لفظ کو اک حُسنِ معانی دے دے
افکار و تخیّل کو جوانی دے دے
کرتا ہوں ترے پیارےؐ کی توصیف رقم
یارب، مرے خامے کو روانی دے دے

....

ہوں عظمتِ توصیفِ نبیؐ سے آگاہ
کرتا ہے خدا آپ ثنائے ذی جاہ
میں مدحت و توصیف کروں غیروں کی
لَا حَولَ وَلَا قُوّۃَ اِلّا بِاللّٰہ

....

گر قُربِ ہے خلّاقِ جہاں کا مطلوب
اور تجھ کو ہے گر راہِ ہدایت مرغوب
پھر اس کے لئے حافظؔ مضطر پیہم
رکھ سُنّتِ محبوبؐ خدا کو محبوب

حافظ عبدالغفار حافظؔ

ہر چیز کی تاثیر بدل جاتی ہے
ہر خواب کی تعبیر بدل جاتی ہے
رزمی نگہِ فیضِ محمدؐ کے طفیل
تقدیر کی تحریر بدل جاتی ہے

....

انگشت جہاں میں وہ نگینہ ہی تو ہے
اسرارِ ازل کا وہ خزینہ ہی تو ہے
اے کوثر و تسنیم پہ شیدا، دیکھو!
فردوسِ بریں عکسِ مدینہ ہی تو ہے

بشیر رزمی

کیوں فخر کرے نہ تیری امّت تجھ پر
حق کی ہے سوا سب سے عنایت تجھ پر
اوروں نے نبوّت سے شرف پایا ہے
نازاں ہے مگر ذاتِ نبوّت تجھ پر

....

ہے خاتمِ مرسلین رسالت تیری
ہے شافعِ مُذنبین شفاعت تیری
اللہ کا ساجھی ہے ترا شیدائی
ایمان سے بڑھ کر ہے محبت تیری

....

ایمان سے پھر دلوں میں قوت آئی
پھر آدمیوں میں آدمیّت آئی
آیا یہ عرفاں، مہِ مولود آیا
رحمت آئی، خدا کی رحمت آئی

میر قطب الدین تسلی

حق یوں ہے نہ حق ریاضت میں ملا
طاعت میں ملا، نہ وہ عبادت میں ملا
واللہ مذاقؔ جب کسی نے ڈھونڈا
اللہ رسولؐ کی اطاعت میں ملا

مذاقؔ بدایونی

....

بے رُوئے نبیؐ عرضِ صفا کیوں ہوتا
اور آئینہ وحدت کا جلا کیوں ہوتا
معشوق کے جلوے سے ہے پیدا عاشق
ہوتا نہ محمدؐ تو خدا کیوں ہوتا

حکیم غلام مولیٰ قلق

....

کیا اور کوئی ذکر مقابل ٹھہرے
تذکارِ نبیؐ فکر کی منزل ٹھہرے
کچھ اور نہ آرزو ہو دل میں حامد
بس نعت ہی زندگی کا حاصل ٹھہرے

حامد یزدانی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جانِ گلزارِ مصطفائی تم ہو
مختار ہو مالکِ خدائی تم ہو
جلوہ سے تمہارے ہے عیاں شانِ خدا
آئینہِ ذاتِ کبریائی تم ہو

حسنؔ رضا بریلوی

....

پہنچائے گا منزل پہ مقدّر اپنا
اسلام ہے ہر گام پہ رہبر اپنا
ہے فطرتِ انساں سے شریعت مربوط
اک عقلِ مجسم ہے پیمبرؐ اپنا

نازشؔ رضوی

....

ہر دور کا حاکم ہوا اک مردِ خُدا
قانونِ خدا دہر میں حکم اُس کا ہوا
آخر کے زمانے کے ہیں حاکم احمدؐ
جو اُن سے پھرا، پھر وہ کہیں کا نہ رہا

اموجان ولیؔ دہلوی

محمودؔ جو اپنی نعت لے کر آیا
دھونے کو زبان جامِ کوثر آیا
ارواح میں دھوم تھی کہ سُبحان اللہ
دربارِ رسالت کا سُخن ور آیا

محمودؔ حسن اسمٰعیلی

....

ہر دل میں ہے جاگزیں محبّت تیری
ایمان ہے آدمی کا چاہت تیری
کرتا ہوں روز و شب میں تیری توصیف
سرمایۂ زندگی ہے مدحت تیری

محمد یعقوب پروازؔ

....

پہنچی ہے یہ کانوں میں زبانی دِل کی
سنئے تو ذرا دل سے کہانی دل کی
اے دل کی حقیقت کو سمجھنے والو!
ہے عشقِ محمدؐ سے جوانی دِل کی

ابو الکیف کیفؔی سرحدی

اخبارِ نعت

کراچی میں محفلِ نعت

۷ نومبر ۱۹۹۱ء جمعرات نمازِ عشاء کے بعد دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ پنجاب کالونی کراچی میں بسلسلہ جشنِ عیدِ میلادُالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محفلِ نعت منعقد ہوئی۔ مرکزی انجمن عندلیبانِ ریاضِ رسولؐ کے بانی و صدر علامہ سیّد محمد ریاض الدین صاحب سہروردی صدر تھے۔ دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کے بانی و ناظم اعلیٰ سید ابوالحسن شاہ منظور الہمدانی اور دارالعلوم کے مہتمم سید عظمت علی شاہ الہمدانی نے سرپرستی فرمائی۔ راقم نے فرائضِ نظامت انجام دیئے۔

محفلِ نعت نصف شب تک اپنی تمام تر چاہتوں، عقیدتوں، مسرتوں، محبتوں، ولولوں، جذبوں، برکتوں، رحمتوں اور رفعتوں کے ساتھ سجی رہی۔ جلسہ گاہ کو حسین و جمیل پھولوں، رنگا رنگ جھنڈیوں، خوبصورت بینروں، جھلملاتی جھالروں، نور بکھیرتی لائٹوں، دیدہ زیب فانوسوں، دلکش اشتہاروں، دلچسپ شعروں اور دلاویز روشنیوں سے سجایا گیا۔

تقدّس بھری بزم قاری حسن محمود کی پُرسوز آواز میں تلاوتِ کلام پاک سے شروع ہوئی۔ میزبان نعت خوان حافظ محمد شبیر ہزاروی نے نعت شریف پیش کی، اُن کے بعد منظور احمد شاکر نے نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ شاکر صاحب کے بعد پاکستان ریلوے بوائز سیکنڈری سکول کے کم سن ثنا خواں عامر شہزاد نے امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور نذرانۂ محبت پیش کیا۔

ازاں بعد سید فاروق حیدر ہمدانی نے نعت شریف پیش کی اور پھر عبدالسلام کو دعوت

دی گئی، وہ تشریف لائے اور دردو سوز میں ڈوبی ہوئی نعت کے پہلے ہی شعر پر سامعین کو اشک
کر گئے، انہوں نے نعت کا آغاز یوں کیا۔

اے عشقِ نبیؐ میرے دل میں بھی سما جانا
مجھ کو بھی محمدؐ کا دیوانہ بنا جانا

یہ صدرِ بزم کا نعتیہ کلام تھا۔ اس نعت کے دوران اشکِ عشق بہتے رہے اور معاً بعد شاعرِ اہلسنت مولانا نذر محمد راہی صاحب کی نعت کا مقطع اور بھی نکھرا ہوا لگا۔

جو اشک بہے راہیؔ سرکارؐ کی چاہت میں
قربان کروں ان پر دارین کی دارائی

راہی صاحب کے بعد قاری حسن محمود، محی الدین چشتی، مولانا شیر حسین، عطاء اللہ ملک، شفیق احمد، شاہد علی چشتی اور حاجی عبدالرؤف بھٹی نے یکے بعد دیگرے اپنے آقائے کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی عظمتوں کے گیت گائے۔ وقتاً "فوقتاً" آنکھیں چھلکتی رہیں، دل مچلتے رہے، لوگ جھومتے رہے، لطف و سرور کا سماں بندھتا رہا، مغفرت اور بخشش کا سامان ہوتا رہا اور یوں ہر باذوق شریک بزم کیف و سُرور کی دولت سمیٹتا رہا۔ آخر میں صدرِ مجلس علامہ سید محمد ریاض الدین سہروردی نے اپنی پرسوز اور پرجوش آواز میں پہلے اردو اور پھر پنجابی میں اپنا نعتیہ کلام بحضورِ خیر الانام علیہ السلام پیش کیا تو شمعِ رسالت کے پروانوں اور دیوانوں کے قلوب کو گرما دیا۔ صاحبزادہ محمد احسن نوری، حاجی عبدالرؤف بھٹی اور محمد شبیر ہزاروی نے مشترکہ صلوٰۃ و سلام پیش کیا اور یوں بحمدہٖ تعالیٰ یہ عقیدت اور تقدس بھری محفلِ نعت بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

رپورٹ: محمد صحبت خان کوہاٹی

میلادِ پاک کے موقع پر مجلسِ درودِ پاک

عیدِ میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک موقع پر بارہ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

خانقاہ دارالاحسان چوبرجی، لاہور میں ایک سادہ اور پروقار مجلس ہوئی۔ صبح ۹ بجے قرآن خوانی اور درود شریف کے ورد سے مجلس کا آغاز ہوا جو ظہر کے متصل ختم ہوئی۔ الحمدللہ پانچ قرآنِ پاک اور ۲ لاکھ سے زائد درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا گیا۔ مشائخ، اہل فقر، طلبہ، عمائدین نے شرکت کی۔ تقریباً ۲۰۰ کا مبارک مجمع تھا۔

❖ ❖ ☆ ❖ ❖

گوجرانوالہ میں محفلِ نعت

مرکزی انجمن غلامانِ رسولؐ گوجرانوالہ کے زیرِ اہتمام جشنِ میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں چھٹی سالانہ عظیم الشان کل پاکستان محفلِ نعت ۳ نومبر ۹۱ کو بعد از نمازِ عشاء چوک غوثیہ بینک سکوائر میں منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت صاحبزادہ سید مظہر الحسن شاہ صاحب المعروف چن پیر نے کی۔ جبکہ مہمان خصوصی ملک محمد اقبال صاحب سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس گوجرانوالہ تھے۔

محفلِ پاک کا آغاز تلاوتِ قرآنِ پاک سے ہوا۔ نعت کے گلہائے عقیدت بحضورِ حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء مقامی نعت خوانان حضرات کے علاوہ حافظ محمد حسین کسووال، عبدالستار نیازی فیصل آباد، اختر حسین قریشی لاہور، محمد یوسف نقشبندی اور سائیں محبوب صاحب آف لاہور نے پیش کیے۔ جبکہ اسٹیج سیکرٹری محمد نوید اقبال مجددی صاحب تھے۔ درود وسلام اور دعائے خیر پر یہ محفلِ پاک اختتام پذیر ہوئی۔ (محمد سعید گوجرانوالہ)

ماہنامہ "نعت" لاہور

۱۹۸۸ء کے خاص نمبر

- جنوری ——— حمدِ باری تعالیٰ
- فروری ——— نعت کیا ہے
- مارچ ——— مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ اوّل)
- اپریل ——— اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ اوّل)
- مئی ——— مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ دوم)
- جون ——— اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ دوم)
- جولائی ——— نعتِ قدسی
- اگست ——— غیر مسلموں کی نعت (حصہ اوّل)
- ستمبر ——— رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نمبروں کا تعارف (حصہ اوّل)
- اکتوبر ——— میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ اوّل)
- نومبر ——— میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ دوم)
- دسمبر ——— میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ سوم)

ماہنامہ نعت لاہور

۱۹۸۹ء کے خاص نمبر

مہینہ	موضوع
جنوری	لاکھوں سلام (حصہ اوّل)
فروری	رسولؐ نمبروں کا تعارف (حصہ دوم)
مارچ	معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ اوّل)
اپریل	معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ دوم)
مئی	لاکھوں سلام (حصہ دوم)
جون	غیر مسلموں کی نعت (حصہ دوم)
جولائی	کلامِ ضیاء (علامہ ضیاء القادریؒ) حصہ اوّل
اگست	کلامِ ضیاء (حصہ دوم)
ستمبر	اُردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ سوم)
اکتوبر	درود و سلام (حصہ اوّل)
نومبر	درود و سلام (حصہ دوم)
دسمبر	درود و سلام (حصہ سوم)

ماہنامہ نعت لاہور ١٩٩٠ء کے خاص نمبر

- جنوری ــــ حسن رضا بریلوی کی نعت
- فروری ــــ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نمبروں کا تعارف (حصہ سوم)
- مارچ ــــ درود و سلام (حصہ چہارم)
- اپریل ــــ درود و سلام (حصہ پنجم)
- مئی ــــ درود و سلام (حصہ ششم)
- جون ــــ غیر مسلموں کی نعت (حصہ سوم)
- جولائی ــــ اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ چہارم)
- اگست ــــ وارثیوں کی نعت
- ستمبر ــــ آزاد بیکانیری کی نعت (حصہ اول)
- اکتوبر ــــ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ چہارم)
- نومبر ــــ درود و سلام (حصہ ہفتم)
- دسمبر ــــ درود و سلام (حصہ ہشتم)

ماہنامہ نعت لاہور

١٩٩١ء کے خاص نمبر

- جنوری --- شہیدانِ ناموسِ رسالت (اول)
- فروری --- شہیدانِ ناموسِ رسالت (دوم)
- مارچ --- شہیدانِ ناموسِ رسالت (سوم)
- اپریل --- شہیدانِ ناموسِ رسالت (چہارم)
- مئی --- شہیدانِ ناموسِ رسالت (پنجم)
- جون --- غریب سہارنپوری کی نعت
- جولائی --- نعتیہ مسدس
- اگست --- فیضانِ رضا
- ستمبر --- عربی ادب میں ذکرِ میلاد
- اکتوبر --- سراپائے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)
- نومبر --- اقبال کی نعت
- دسمبر --- حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن

ایڈیٹر نعت کی چند مطبوعات

ایڈیٹر "نعت" کی بیس سے زیادہ تصانیف / تالیفات شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کتابیں دستیاب ہیں ____

۱۔ **حدیثِ شوق** دوسرا مجموعہ جس میں ۸۷ نعتیں ہیں۔ آخر میں ایڈیٹر "نعت" کی نعتیہ شاعری کے بارے میں اہلِ علم و دانش کی آرا شامل ہیں۔ دوسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۷۶۔ قیمت ۴۲ روپے

۲۔ **نعتاں دی ڈالی** پنجابی مجموعہ نعت جسے ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۰۹ھ کو صدارتی ایوارڈ دیا گیا۔ کتاب میں ۶۳ نعتیں ہیں۔ "حدیثِ شوق" کی طرح اس مجموعے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے "تو" یا "تم" کا صیغہ استعمال کرنے کی جسارت نہیں کی گئی۔ صفحات ۱۴۴ قیمت ۳۰ روپے

۳۔ **قلزمِ رحمت** امیر مینائی کے مجموعۂ نعت "محامدِ خاتم النبیین" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے اسّی نعتوں کا انتخاب۔ شروع میں امیر مینائی اور اُن کی نعت کے عنوان سے تحقیقی مقدمہ۔ صفحات ۹۶۔ قیمت ۱۰ روپے۔

۴۔ **نعتِ حافظ** حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ نعتیہ مجموعوں کا انتخاب شروع میں "حافظ اور کلامِ حافظ" کے عنوان سے ۳۵ صفحات کا مقدمہ۔ صفحات ۲۸۰۔ قیمت ۷۵ روپے ____

۵۔ **میرے سرکار** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف موضوعات پر ایڈیٹر "نعت" کے فکر انگیز اور بصیرت افروز مضامین کا مجموعہ۔ صفحات ۱۴۴ قیمت ۱۸ روپے

۶۔ **احادیث اور معاشرہ** حُسنِ معاشرت کے بارے میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیس احادیثِ مبارکہ کی تشریح۔
دوسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۵۲۔ قیمت ۱۸ روپے

۷۔ **ماں باپ کے حقوق** کتاب ۱۷ ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کی تالیف میں ۴۷ سے زیادہ کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ صفحات ۱۱۲۔ قیمت ۲۱ روپے

۸۔ **اقبالؒ، قائدِ اعظمؒ اور پاکستان** بانیِ پاکستان، حکیم الامت اور مملکتِ خداداد پاکستان کے بارے میں نہایت اہم تحریر۔ دوسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۶۰۔ قیمت ۳۰ روپے۔

۹۔ **اقبالؒ و احمد رضاؒ مدحت گرانِ پیغمبر** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علامہ اقبالؒ اور مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کی قدرِ مشترک عشقِ رسول علیہ التحیۃ والتسلیم پر ایک جامع تحریر۔ تیسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۱۲۔ قیمت ۱۰ روپے

۱۰۔ **راج دُلارے** بچوں کیلئے ایڈیٹر "نعت" کی نظمیں۔ دوسرا ایڈیشن۔ دو رنگی طباعت۔ صفحات ۹۶۔ قیمت ۱۸ روپے

۱۱۔ **تحریکِ ہجرت ۱۹۲۰ء** تحریکِ ہجرت ۱۹۲۰ء کے اسباب و علل اور اس کے عواقب و نتائج کا یہ پہلا تاریخی اور تحقیقی تجزیہ ہے جسے حقائق کی روشنی میں دیکھا اور پرکھا گیا ہے۔ دوسرا ایڈیشن۔ صفحات ۴۶۴۔ قیمت ۸۵ روپے

۱۲۔ **منشورِ نعت** اردو اور پنجابی نعتیہ فردیات کا مجموعہ۔ صفحات ۱۷۶۔ قیمت ۵۰ روپے

آپکو جن کتابوں کی ضرورت ہو اُن کی قیمت بھیج دیں کتابیں فوراً بھیج دی جائیں گی

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں ۔ اِن کا احترام آپ پر فرض ہے ۔ ماہنامہ نعت کا ہر صفحہ حضورِ سرورِ کائنات علیہ السّلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزیّن ہے ۔ لہٰذا ماہنامہ نعت کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفُوظ رکھیں ۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۲۹۱

ماہنامہ نعت لاہور

نعتیہ رباعی

دُنیا میں رسولؑ اور بھی لاکھ سہی
زیبا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تاجِ شہی
ہے خاتمہ حُسنِ عناصر ان پر
ہیں مصرعِ آخر اس رباعی کے وہی

حامد حسن قادری